ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار:

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۸ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ
۵ جولائی ۱۹۶۸ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

صد احادیث نبوی

جامع شریعت وطریقت وتاج العلماء والصلحاء حضرت مولانا بشیر احمد پسروری مدظلہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

۱۳۔ عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اطلع قوم من اہل الجنۃ علی قوم من اہل النار فقالوا بما دخلتم النار وانما دخلنا الجنۃ بتعلیمکم قالوا انا کنا نامرکم ولا نفعل۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں کچھ لوگ دوزخ والوں کو دیکھ کر دریافت کریں گے کہ تم کیسے جہنم میں چلے گئے جب کہ تمہاری تعلیم کی وجہ سے ہم جنت میں داخل ہوئے تو وہ دوزخی اس کے کہیں گے کہ جس چیز کی ہم تمہیں وعظ کرتے تھے خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے اس لئے ہم جہنم میں پہنچے (اور تم عمل کر کے جنت میں)

صبر کی قسمیں

۱۴۔ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبر ثلاثۃ فصبر علی المعصیۃ وصبر علی الطاعۃ وصبر علی المصیبۃ۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر تین طرح کا ہوتا ہے۔ (۱) گناہوں کے چھوڑنے پر (یعنی ہر قسم کی تکلیف برداشت کر کے گناہ سے بچتا رہے) (۲) عبادت پر صبر (یعنی اعمال صالحہ کرنے میں ہر قسم کی تکلیف برداشت کرے اور عمل صالح کو نہ چھوڑے) (۳) ہر مصیبت پر صبر کرے۔ یعنی مصائب کے پیش آنے پر گھبرا کر شریعت کی حدود سے تجاوز نہ کرے۔ بلکہ اللہ کی رضا پر راضی رہے۔

۱۵۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کنت ذات یوم ردیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الا اعلمک خصال ینفعک اللہ بھن قلت بلی قال علیک بالعلم فان العلم خلیل المؤمن والحلم وزیرہ والعقل دلیلہ والعمل قیمۃ والرفق ابوہ واللین اخوہ والصبر جنودہ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا آپ نے مجھے چھ نصیحتیں فرمائیں

۱۔ دین کا علم مومن کے لئے محبوب ترین دوست ہے۔

۲۔ حوصلہ اور بردباری مومن کا معاون اور مددگار ہے۔

۳۔ عقل ایمانداروں کو بھلائی کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

۴۔ اعمال صالحہ دین کو قائم رکھتے ہیں۔

۵۔ نرمی باپ کی طرح پرورش کرتی ہے اور ہر قسم کی تکلیفوں کو برداشت کرتے ہوئے مشکلات پر قابو پاتے رہنا ایسی صفت ہے جیسے فوج کا امیر کہ وہ فوج کی نگرانی اور راہنمائی کرتا ہے۔

۱۶۔ عن عبد اللہ بن عبید بن عمیر قال بینا انا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ جاء رجل فقال یا رسول اللہ ما الایمان قال الصبر والسماحۃ قال فای الاسلام افضل قال من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ قال فای الھجرۃ افضل قال ھجر السوء قال فای الجہاد افضل قال من اھریق دمہ وعقر۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایمان لانے کے بعد کون سا عمل افضل ہے فرمایا۔ نہایت ہمت سے اعمال صالحہ پر ثابت قدم رہنا اور برائی سے بچنے کے لئے پیش آمدہ تکالیف سے نہ گھبرانا۔ عرض کیا۔ اسلام لانے والوں میں کون سا مسلم افضل ہے فرمایا وہ مسلمان جو پورا امن رہے اور لوگ اس سے امن پائیں۔ یعنی زبان، ہاتھ اور قلم سے کسی کو دکھ نہ پہنچائے سائل نے دریافت کیا ہجرت میں کونسا مہاجر افضل ہے جو ہر قسم کی چھوٹی بڑی برائی سے بچتا رہے۔ سائل نے عرض کیا۔ مجاہدوں میں سے کون سا مجاہد افضل ہے۔ فرمایا وہ ایماندار جو میدان جنگ میں پہنچے اور اس کی جان اور مال دونوں قربان ہو جائیں۔

۱۷۔ عن علی قال الصبر من الایمان بمنزلۃ الراس فی الجسد فاذا قطع راس فنتن باقی الجسد کذالک اذا ذھب الصبر ذھب الایمان لا ایمان لمن لا صبر لہ ــــ

(نہج البلاغہ ص۱۶۱ ج ۲ سطر ۳۔ اصول کافی کتاب الایمان باب الصبر الصافی شرح اصول کافی حصہ اول جز چہارم ص۱۶۱-۱۲۵)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ ایمان اور صبر کا ایسا گہرا اور مضبوط تعلق ہے جیسا کہ سر اور جسم کا۔ جیسے جب سر کٹ جائے تو باقی جسم مر کر بدبودار ہو جاتا ہے اسی طرح جب صبر چلا جائے تو ایمان پر موت آ جاتی ہے۔ جو صبر نہیں کرتا، اس کا ایمان باقی نہیں رہتا۔ ص۲۶۶

۱۸۔ عن مقاتل بن حیان فی قولہ واستعینوا بالصبر والصلوۃ یقول استعینوا الی طلب الاخرۃ بالصبر علی الفرائض والصلوۃ فحافظوا علیھا وعلی مواقیتھا وتلاوۃ القران فیھا ورکوعھا وسجودھا والتکبیر والتشھد فیھا والصلوۃ علی النبی علیہ الصلوۃ والسلام واکمال طھورھا فذالک اقامتھا۔

ترجمہ: قرآن کریم کے جلیل القدر مفسر مقاتل بن حیان نے فرمایا کہ اقامت صلوٰۃ کا مفہوم یہ ہے کہ آخرت کی کامیابی اور درجات کی بلندی حاصل کرنے کے لئے صبر اور نماز کو ذریعہ بناؤ۔ یعنی احکام کی پابندی میں ہمت کو بلند رکھو نماز کے لئے بدن لباس اور جگہ کی پاکیزگی کا سخت خیال رکھو اور اندرون نماز کے متعلق جو ہدایات ہیں ان کو انتہائی کوشش سے پورا کرو۔ نمازیں قرآن مجید کی تلاوت، رکوع، سجود، قومہ، جلسہ، التحیات، درود شریف اور سلام وغیرہ غرضکہ ہر رکن کو انتہائی توجہ اور مسنون طریق ادا کیا جائے اس کا نام اقامت صلوٰۃ ہے

باقی آئندہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

ایڈیٹر مناظر حسین نظر — ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

سالانہ گیارہ روپے — ششماہی چھ روپے

جلد ۱۴ | ۸ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق ۵ جولائی ۱۹۶۸ء | شمارہ ۹

اتحاد عالم اسلامی : ایک تجویز

مؤتمر عالم اسلامی ملتان ریجن کے زیر اہتمام ملتان میں ۳۰ جون کی شام جناب محمد ابراہیم کلچرل اتاشی سفارت خانہ سعودی عرب کے زیر صدارت یوم بیت المقدس کے سلسلہ میں ایک عظیم اجتماع میں خان انعام اللہ خان جنرل سیکرٹری ورلڈ کانگرس نے جس مؤثر اور والہانہ انداز میں عالم اسلام کو دعوتِ اتحاد دی - دل چاہتا ہے - وہ آواز ابن قاسم باغ تک ہی محدود نہ رہے بلکہ ہر اس آبادی کے تمام گوشوں میں پہنچ جائے جہاں مسلمان آباد ہیں - بڑی مدت کے بعد ایک زندہ دل نشین اور مخلص آواز سنی۔ ان کے سامنے دورانِ تقریر دنیائے اسلام کا تمام نقشہ تھا - انہوں نے اپنی تقریر میں کشمیر کے مسلمانوں سے لے کر قبرص، ایریٹریا، فلسطین اور بھارت سب مسلمانوں کے حالات ایسے درد بھرے انداز میں بیان کئے کہ اس کا اثر سارے جلسہ میں محسوس ہوتا تھا - مجھے بھی اس جلسہ میں شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور میری آنکھوں کے سامنے تحریک خلافت کے زمانے کے جلسے اور جلوس آ گئے اور اس کے ساتھ ساتھ زندہ اور فعال قائدین ملت کی بیدار کن تقریروں کی یاد بھی تازہ ہو گئی - وہ تقریر کر رہے تھے۔ اور میں سامعین کے جذبات اور تیور کا مطالعہ کر رہا تھا - اس اجتماع میں جیسا کہ عام طور سے ایسے جلسوں کے مقدر میں ہوتا ہے - درمیانہ اور غریب درجہ کے مسلمان شریک تھے - ہمارا اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ، جن کو حکومت کے اداروں میں مختلف مسندیں نصیب ہو چکی ہیں اور ہمارے بڑے بڑے تاجر جن کو دولت اور ثروت کے سرد خانے میسر ہیں، اس جلسہ گاہ میں کم نظر آئے - نعرۂ تکبیر کی صدائیں بار بار بلند ہو رہی تھیں اور سامعین کے ایثار و قربانی کے جذبات راہِ اظہار کی تلاش میں مضطرب تھے - انہوں نے اپنی تقریر سے پرانے زخم تازہ کر دئے اور سامعین پر واضح کیا کہ دنیا کی کوئی حکومت برطانیہ ہو یا امریکہ، روس ہو یا چین اپنی اپنی مصلحت اور مفاد کے تحت پاکستان، ایران، افغانستان، ترکیہ اور انڈونیشیا کی دوست ہو تو ہو - مگر کوئی غیر مسلم حکومت کسی مسلمان حکومت پاکستان، ایران، افغانستان، ترکیہ اور انڈونیشیا کی دوست نہ ہوئی ہے اور نہ ہو گی - ان کی دوستیاں ہمارے ساتھ اپنے اپنے مفادات کے اردگرد گھومتی ہیں - ہر ملک صرف اس حد تک ہمارے ساتھ ہے جس حد تک ان کے لئے ہماری دوستی ان کے مقاصد تکمیل میں ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہے - ادھر مسلم ورلڈ کانگرس کے جنرل سیکرٹری اتحاد عالم اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور ادھر میرا ذہن بے اختیار ایسے ممالک میں پہنچ رہا تھا جہاں مسلمان آباد ہیں اور جن کی مسند صدارت پر مسلمان حکمران ہیں، کیا وہاں بھی عوام کے ایسے اجتماعات ایسی دعوت کے ساتھ منعقد ہو رہے ہیں ؟ کیا ان ممالک کے عوام میں ایسی صدائیں بلند ہو رہی ہیں ؟ کیا مصر، شام، عراق، اردن، سعودی عرب، ایران، افغانستان، ترکیہ میں بھی عالم اسلام میں اتحاد کی دعوت کی تائید اسی انداز میں ہو رہی ہے ؟ برصغیر بھارت و پاکستان کے لئے ایسے اجتماعات کوئی نئی بات نہیں ہے یہاں کے مسلمان تو مراکش سے لے کر اناطولیہ تک ہر جگہ مسلمانوں کے دکھ اور درد میں ہمیشہ شریک رہے ہیں جب عربوں نے ترکوں کا ساتھ چھوڑا تو یہ آواز اسی سرزمین سے ہی بلند ہوئی تھی ؎

متاع قافلہ حجازیاں بردند
ولے تو لب نکشائی کہ یار ما عربی است

اور پھر جب خلافت ختم ہوئی تو یہ آواز بھی اسی سرزمین سے بلند ہوئی تھی ؎

مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست
مور بے پر حاجتے پیش سلیمانے مبر

مگر کیا یہ آوازیں، یہ روح اور ایمان افروز مناظر دیگر اسلامی ممالک میں بھی نظر آتے ہیں ؟ دنیائے اسلام کے عوام تو ہمیشہ زندہ رہے ہیں اور زندہ رہیں گے - عوام نے اسلام سے کبھی غداری نہیں کی - بدقسمتی تو یہ ہے کہ مرکزیت اسلام سے جب کبھی غداری ہوئی ہے دکھ کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ غداری اکثر مسند اقتدار کی طرف سے ہوئی ہے - کیا وجہ ہے کہ آج تک دنیائے اسلام کے مسلمان ایک مرکز، ایک پلیٹ فارم، ایک مقصد کے لئے جمع نہیں ہوتے ؟ آخر اتحادِ عالم اسلام میں سب سے بڑی رکاوٹ کیا ہے ؟

اتحاد بین المسلمین پیغام اسلام کی حقیقی روح ہے نسل، وطن، زبان اور جغرافیہ کی تمام قیود اور زنجیریں جو اسلام نے توڑ دی تھیں اور جن بتوں کو توڑنے کے لئے اسلام آیا تھا - آج وہی زنجیریں، وہی بت پھر وحدت ملتِ اسلامیہ کو پاش پاش کر رہے ہیں - ایک دین، ایک ملت کا تصور ختم ہو رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج ہر جگہ مسلمان غیر مسلم قوتوں کے لئے لقمۂ تر بنا ہوا ہے - مگر مسلمان عوام اب بھی ایک مرکز کی طرف آنے کو تیار ہیں، ان کی وابستگی اور عقیدت اب بھی اپنے مقاماتِ مقدسہ سے ہو رہی ہے - جو پہلے تھی - تو پھر مسلمانوں کے اس عالمگیر اتحاد میں سب سے بڑا پتھر کونسا ہے ؟ کیا آزاد یا نیم آزاد اسلامی ممالک کے سربراہ ہی تو اس اتحاد میں سب سے بڑی رکاوٹ نہیں ہیں ؟ کیا یہی لوگ نادانستہ طور پر دشمنانِ اسلام کے ہاتھ میں نہیں کھیل رہے ! دنیا کی تمام بڑی طاقتیں سمجھ چکی ہیں کہ آج کا مسلمان عرب ہو یا ترک یا افغان یا ایرانی وہ مسلمان نہیں رہا ہے - جو خاکہ یثرب سے چلا اور چین، اندلس، افریقہ کے صحراؤں تک پہنچ گیا تھا۔ آج ہم اپنے محدود مفادات کے لئے کبھی ایک ہاتھ کا سہارا لیتے ہیں اور کبھی دوسرے ہاتھ کا، ہماری یہ گدایانہ خو ملت اسلامیہ کے مزاج کی توہین ہے - افسوس کے ساتھ اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اسی اجتماع میں جہاں ایک ایسی زندہ تقریر کی گئی اور جس جلسہ گاہ میں اور بھی تقاریر اسی انداز میں ہوئیں - جو قرارداد اجتماع بیت المقدس کے بارے میں پیش ہوئی اس کا انداز کچھ اور تھا - جلسہ گاہ کے مزاج اور تیور کی صحیح ترجمان نہ تھی - ہمارے قول اور فعل میں یہ تضاد کب تک رہے گا - یو این او کی طرف ہمارا مسلسل رخ ہمارے مستقبل کے چہرے پر ایک چپت ہے -

بیت المقدس پر یہودیوں کے قبضہ کے خلاف یہ انداز احتجاج کافی اور موثر نہیں ہے - میدان جنگ میں کھوئے ہوئے علاقے میدان جنگ میں ہی واپس مل سکتے ہیں - یہودیوں کے حملہ کو بزدلانہ حملہ کہنا بھی ہماری بے بسی، کم ہمتی اور غفلت کا اعتراف ہے - دشمن دشمن ہے اس سے دشمنی کا گلہ عبث ہے محنت، کاوش، جفاکشی، ایثار اور قربانی کے انعامات ایسی فتوحات ہی ہوتی ہیں - غفلت، تن آسانی اور ذاتی مفادات کی پرستش میں ایسی ذلتیں اور ایسی ناکامیاں ہی ملتی ہیں - قانونِ فطرت مسلمان اور غیر مسلم اقوام دونوں کے لئے ایک ہے - اس لئے اپنے کھوئے ہوئے مقامات کے حصول کے لئے یہ انداز سعی ہی کافی نہیں ہے - بیت المقدس کی حفاظت اور پاسبانی کا مسئلہ صرف اردن کا مسئلہ نہیں تھا اور نہ کبھی ہو گا - مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ اور بیت المقدس وہ مقامات ہیں اگر ہماری دینی وابستگی ہے تو ان کی حفاظت اور پاسبانی ہم صرف ان حکومتوں پر چھوڑ کر اپنے دینی فرائض اور ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہو سکتے - جن حکومتوں کی حدود میں وہ مقامات موجود ہیں خود ان حکومتوں کو بھی سوچنا چاہئے کہ وہ دنیائے اسلام کی

(باقی صفحہ پر)

مجلس ذکر ۲۳ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۰ جون ۱۹۶۸ء

رضائے الٰہی اتباعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتی ہے

از: حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم —— مرتبہ: محمد عثمان غنی

الحمد للہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

(پ ۳ س آل عمران آیت ۳۰)

ترجمہ: تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو کہ اللہ تم کو چاہے اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
(تفسیر موضح القرآن از شاہ عبدالقادر محدث دہلوی)

شکرِ نعمت سب سے پہلے تو اس خالقِ کبریا کا شکر ادا کرنا ہم پر لازم ہے کہ جس نے ہم جیسے گنہگاروں کو توحید جیسی نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز فرمایا۔ پھر اس کا یہ انعام ہے کہ اس نے ہمیں امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پیدا فرمایا۔ اگر وہ ہمیں قوم نوحؑ، قوم صالحؑ قوم ثمودؑ، قوم لوطؑ میں پیدا کرتے تو ہماری بدبختی ہمیں جہنم میں لے جاتی۔ اس اعتبار سے ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ اللہ نے ہمیں اپنے سب سے محبوب، سب سے زیادہ مقبول اور ساری کائنات میں فخر الاولین والآخرین امام الانبیاء اور خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا اور آپؐ کی غلامی اور محبت نصیب فرمائی۔

حضورؐ کی محبت پر سب محبتیں قربان

ارشادِ ربانی ہے:۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اے اللہ کے بندو! اگر اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو اللہ کے نبیؐ کے نقشِ قدم پر چلو۔ اللہ کے مقبول اور محبوب بن جاؤ گے۔ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ (پ ۵ س النساء آیت ۵۹) اور ادھر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ؕ (متفق علیہ) کہ جب تک مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان سے، اپنی اولاد سے، اپنے ماں باپ سے، اپنی جائداد اور مال و اموال سے اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب نہ سمجھے، اپنے آپ کو حضورؐ کا عاشق اور حضورؐ کو اپنا محبوب نہ جانے تو صحیح معنیٰ میں وہ بادۂ توحید کے جرعہ نوشوں اور شرابِ وحدت سے سرشار لوگوں میں شمار نہیں ہو سکتا۔ محدثین، مفسرینؒ صوفیہ، اہل اللہ کے ہاں "فِدَاكَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ" کے الفاظ مستعمل ہیں یعنی حضورؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا محبوب بنایا ہے۔

شفاعتِ کبریٰ ہر وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے سابق انبیاء کو دی اس سے سب سے زیادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا۔ ہر نبی کی نبوت اپنے علاقے اور اپنے زمانے تک محدود، حضورؐ کی نبوت سارے عالم کے لئے اور قیامت تک کے لئے لا محدود۔ سارے انبیاء آپؐ کے محتاج اور آپؐ ہی اللہ تعالیٰ کے دربار میں شفاعتِ کبریٰ کا حق ادا فرمائیں گے۔ پھر شفاعت کا دروازہ کھل جائے گا۔ انبیاء کرام، اولیائے عظام اور اعزہ اقربا وغیرہ وغیرہ بھی شفاعت کر سکیں گے۔

حضورؐ کا کوئی ہمسر نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ برحق جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہزاروں عظیم نعمتوں سے نوازا ہے اور جن کا خود فخر کے ساتھ اللہ نے قرآن میں اظہار فرمایا ہے فرمایا۔ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ○ (پ ۲۹ س القلم آیت ۴) بے شک آپؐ اخلاقِ انسانی کے عظیم ترین مرتبہ پر فائز ہیں۔ آپؐ سے بڑھ کر نہ کوئی خلیق ہے نہ ہمدرد ہے نہ غمخوار ہے نہ شفیق ہے، نہ مہربان ہے۔ ؏
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی تو کسی اعتبار سے کوئی نہیں برابری کر سکتا لیکن اللہ کے بعد اللہ کے نبی کے مقام کو بھی نہ کوئی فرشتوں میں سے نہ کوئی جنات میں سے، نہ کوئی انسانوں میں سے پا سکتا ہے۔ مخلوقات میں سے کوئی نہیں جو آپؐ کی ہمسری کا دعوےٰ کر سکے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے شریک و سہیم کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا — اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (پ ۵ س النساء آیت ۴۸) لیکن اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی اور ہمسر بھی کوئی نہیں ہو سکتا۔ آپؐ کے مزاج، عادات، آپؐ کی جو ادائیں ہیں، خوبیاں ہیں، اللہ نے آپؐ کو جو عظمتیں، برکتیں، اخلاقِ عالیہ و فاضلہ سے جس طرح نوازا ہے جفاکشی اور ہر قسم کے مصائب سے دو چار ہوئے۔ تندہی اور تبلیغ کی راہ میں جان کی بازی تک لگا دینے سے ذرا نہیں ہچکچائے، ہر قسم کی تکلیف اٹھائی مگر کبھی کسی کے لئے بددعا نہیں کی۔ کلمۂ حق، کلمۂ خیر ہی آپؐ کی زبان سے

(باقی صفحہ ۱۵ پر)



یکم ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ بمطابق ۲۸ر جون ۱۹۶۸ء

زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہ کرو اور کھرے مسلمان بنو

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

(پ ۳۔ س البقرہ آیت ۲۵۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس دن کے آنے سے پہلے کہ جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور جو کافر ہیں وہی ظالم ہیں۔

حاشیہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ

یعنی عمل کا وقت ابھی ہے۔ آخرت میں نہ عمل بکتے ہیں اور نہ کوئی آشنائی سے دبتا ہے نہ کوئی سفارش سے چھڑا سکتا ہے جب تک پکڑنے والا نہ چھوڑے۔

حاصل یہ ہے کہ انسان کو زندگی کے قیمتی لمحات کو ہرگز ضائع نہ کرنا چاہئے اور عمل کے لئے وقت کے انتظار میں نہ رہنا چاہئے۔

اس آیت مبارکہ میں ایمان والوں سے خطاب کرکے دراصل یہ کہا گیا ہے کہ دیکھو! ایسا نہ ہو کہ تم مال و متاع دنیا کی محبت اور اس کے فریب میں مبتلا ہو کر اسے جمع کرتے رہو، اسے صرف اپنے نفس کے آرام و راحت ہی پر خرچ کرو اور اسی انتظار میں زندگی کی عارضی مہلت ختم ہو جائے، اور آنے والا دن سامنے آ جائے۔ جس دن نہ تو دنیا کی طرح خرید و فروخت ہو سکے گی کہ قیمت دے کر نیکیاں خرید لو اور بدی کی سزا سے نجات حاصل کر لو۔ نہ کسی کی یاری کام آئے گی کہ اس کے سہارے گناہ بخشوا لو اور نہ ایسا ہی ہو سکے گا کہ کسی کی سعی و سفارش سے کام نکال لیا جائے۔

اچھی طرح سمجھ لو اور آخرت کے معاملات کو اس دنیا کے معاملات پر محمول نہ کرو۔ یہاں داؤ فریب اور دوستی یا سفارش سے کام چل سکتا ہے لیکن وہاں کوئی چیز سوائے ایمان اور اعمال صالحہ کے کام نہ آئے گی۔ پس خوب جان لو کہ جو لوگ اس حقیقت سے منکر ہیں یہی لوگ یقیناً اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کرنے والے ہیں ــــ

دو قسم کے لوگ

محترم حضرات! ارشاد ربّانی ہے:- وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ

(س الذٰریٰت۔ پ ۲۷)

ترجمہ: اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے ہیں۔

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جہان میں ہر چیز کی دو قسمیں بنائی ہیں (۱) کھری (۲) کھوٹی۔ یہاں نور کے مقابلہ میں ظلمت، خیر کے مقابلہ میں شر اور اصلی کے مقابلہ میں نقلی ہے اسی طرح انسان کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) کھرے انسان اور (۲) کھوٹے انسان۔ اور کھرے انسانوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر کام میں اللہ کی رضاء کے طالب ہوتے ہیں اور وہ کوئی عمل اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مرضی کے خلاف نہیں کرتے ــــ وہ اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے جیتے ہیں، اسی کی رضاء کے لئے کھاتے پیتے ہیں، اسی کی رضاء کے لئے زندہ رہتے ہیں اور اسی کی رضاء پر مرتے ہیں۔ غرض کہ زندگی میں ان کا ہر قدم اسی قاعدہ کے تحت اٹھتا ہے اور ان کا ہر سانس اسی ضابطے کا پابند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کھرے اور سچے مسلمان بنائے۔ آمین!

کھرے مسلمان کی تین علامتیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہ کرامؓ سے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومن کو ایک نور عطا ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے دریافت کرنے پر آپؐ نے اس نور کی تین علامتیں بیان فرمائیں اور کھرے مسلمان کی بھی یہی علامتیں ہیں:

۱۔ التجافی عن دار الغرور

غرور کے گھر (دنیا) سے دور ہونا۔ مقصد یہ ہے کہ یہ دنیا دھوکہ کا گھر ہے اس کی ہر چیز بے وفا ہے۔ کامل کی صحبت نصیب ہو جائے تو پھر انسان گھوڑے، کوٹھی، موٹر، بیوی بچے سب کو بے وفا سمجھتا ہے۔

۲۔ والانابۃ الی دار الخلود

اور ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع کرنا ــــ

مطلب یہ ہے کہ طبیعت کا رُخ

دنیا سے ہٹ کر آخرت کی طرف ہو جائے۔

۳- والاستعداد للموت قبل نزولہ

اور مرنے سے پہلے مرنے کے لئے تیار ہو جانا۔

گویا کہ اس نور کی تیسری علامت یہ ہوئی کہ انسان بروقت پا برکاب رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشاد گرامی ہے کہ کسی مرنے والے کے پیچھے اس کی تین چیزیں قبر تک جاتی ہیں (۱) اس کے اہل و عیال (۲) مال و منال (۳) اور اعمال — اس کے اہل و عیال اور مال و منال پہلی دو چیزیں تو واپس آ جاتی ہیں مگر تیسری چیز اس کے ساتھ رہتی ہے۔

ہمارے حضرت قطب العالم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرمایا کرتے تھے کہ اگرچہ مال و دولت آنکھیں بند ہوتے ہی غیر کی ملک ہو جاتے ہیں۔ تاہم میت کو قبر تک پہنچانے تک وہ اسی کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور خویش و اقارب بھی اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں مگر جونہی میت کو دفن کیا جاتا ہے یہ دونوں رخ بدل لیتے ہیں۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرنے کے بعد تین چیزیں اہل و عیال، مال و منال اور اعمال جن کو میت کے ساتھ خاص تعلق تھا قبر تک اس کے ساتھ ہوتے ہیں مگر خویش و اقارب اور مال و دولت تو واپس ہو جاتے ہیں اور عمل وہیں رہ جاتے ہیں، قبر میں بھی ساتھ رہتے ہیں، حشر میں بھی کام آتے ہیں اور آخرت میں بھی ساتھ نہیں چھوڑتے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ اعمال ہی آخرت میں کام آنے والی چیز ہیں اور زندگی کا کوئی پتہ نہیں کہ کب ختم ہو جائے۔ اس لئے ہر لمحہ اور ہر سانس رضائے ایزدی اور حکم خداوندی کے مطابق صرف کرنا چاہیئے۔ (باقی صفحہ ۱۵ پر)

بقیہ: اداریہ

طرف سے ان مقامات کی حفاظت اور عزت کے امین ہیں انہیں بھی دیانت داری سے اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کرنا چاہئے۔ اور اگر وہ اپنی اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں کچھ دقت محسوس کرتے ہیں تو انہیں بڑی جرأت کے ساتھ سب مسلمانوں کو دعوت دینی چاہئے کہ وہ بھی آئیں اور ان مقامات کی حفاظت میں ان کی امداد کریں۔ بیت المقدس صرف اردن کے لئے مقدس مقام نہ تھا بلکہ تمام دنیائے اسلام کے لئے قبلۂ اول ہونے کی حیثیت سے ایک مقدس مقام ہے۔ ایسے حالات میں کیا یہ تمام دنیائے اسلام کے لئے قابل فکر اور موجب غور نہیں ہے کہ کہاں تک ایسے مقدس مقامات کی حفاظت صرف ان حکومتوں پر چھوڑی جا سکتی ہے۔ جہاں جہاں یہ مقامات موجود ہیں؟ کیا اس سلسلہ میں پاکستان، ایران، افغانستان، ترکیہ، مصر، مراکش، انڈونیشیا اور دوسرے اسلامی ممالک کی کچھ ذمہ داریاں نہیں ہیں۔ حالیہ جنگ میں شکست تو عربوں کو ہوئی مگر نقصان سب عالم اسلام کا ہوا اور آج عرب ممالک کے ساتھ دوسرے غیر عرب مسلمان ممالک بھی اس ذلت کے داغ اپنی پیشانی پر لئے ہوئے ہیں جب بیت المقدس، مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ ہم سب کے لئے جان سے زیادہ عزیز ہیں تو پھر کیا ان کی حفاظت اور ان کی خدمت کے لئے تمام اسلامی ممالک کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسی تجویز اور تحریک پر غور کریں جس سے نہ صرف یہ علاقے واپس حاصل کئے جا سکیں بلکہ یہودیوں اور یہودیوں کے سامراجی ساتھیوں کو بھی یہ جرأت نہ ہو کہ وہ ایسے مقدس مقامات کی طرف کبھی بری نظر ڈالیں۔ بین الاقوامی سطح پر ایک مسلم فوج کا قیام ایک موثر قدم نہیں ہو سکتا۔ ایک ایسی مسلم فوج جس میں ہر مسلم ملک کی افواج کی نمائندگی ہو اور جو ایسے مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے مقامی حکومتوں کی افواج کے شانہ بشانہ ضرورت کے وقت دشمنوں سے نبرد آزما ہو سکے آج تمام غیر مسلم ممالک پر صیہونی فکر اور سرمایہ کی حکمرانی ہے اور یہودیوں کے عزائم کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اسرائیل دنیائے اسلام کے قلب میں ایک ناسور ہے اور اس کی ہوس ملک گیری روز بروز بڑھ رہی ہے اور اس جنگ نے اس کے حوصلے اور بھی بلند کر دئے ہیں۔ اور ان کے عزائم میں درپردہ اور کھلے طور پر ہمارے قدیم دشمنان اسلام بھی شریک ہیں۔ آج ہم ایک نہایت اہم موڑ پر آ گئے ہیں۔ اگر آج عالم اسلام قبلۂ اول کے کھو جانے پر بھی متحد اور منظم نہ ہوا اور کوئی موثر قدم نہ اٹھایا تو پھر خاکم بدہن انجام کچھ اور ہوگا۔ ایسے مخدوش حالات میں تمام اسلامی ممالک کا باہمی اتحاد وقت کی سب سے بڑی پکار ہے اور مقامات مقدس کی تقدیس کی حفاظت اسلامی ممالک کے اسی اتحاد میں ہے۔ کاش ہم وقت کے تیور پہچانیں اور اسلامی ممالک کے سربراہ بھی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں عوام ان کے ساتھ ہیں وہ بھی عوام کے قریب آئیں اور انہیں اس لئے اپنے اعتماد میں لیں اور صرف دین کے نام پر دین کی سربلندی کے لئے ایک صف میں کھڑے ہو جائیں اور ایک ایسی بین الاقوامی مسلمہ فوج کی تشکیل کریں جو نہ صرف ان مقامات مقدسہ کی حفاظت کریگی بلکہ ایسی فوج تمام اسلامی ممالک کی سالمیت اور بقا کیلئے بھی ایک ناقابل تسخیر فصیل ثابت ہوگی۔

(شبیر احمد خان خاموش)

سانحۂ ارتحال

واہ کینٹ میں ہمارے درس کے ایک معتمد اور محبوب رکن جناب محمد اکرم خاں صاحب فورمین (گزیٹڈ) پی او ایف ایکسپلوزوز کا ۱۶ر جون ۱۹۶۷ء بروز جمعہ عین نماز کے وقت انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم دین کے رنگ میں رنگے ہوئے ایک نہایت ہی مخلص ساتھی اور بہترین خصوصیات کے حامل نوجوان تھے۔ آپ حکیم محمد رفیق خاں آف سرگودھا کے فرزند ارجمند اور حضرت اقدس رائے پوری کے متوسلین میں سے تھے۔ موصوف کی دینداری اور پرہیزگاری کا اندازہ صرف اس ایک امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنے تین سالہ قیام انگلستان میں کبھی کسی غیر مسلم کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہیں کھایا۔ نہ ہی ان کے برتن استعمال کئے بلکہ خود اپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر کھاتے رہے۔ نماز باجماعت کے سختی سے پابند تھے اور راقم الحروف نے بارہ سالہ طویل رفاقت کے دوران مرحوم کو کبھی دینی کاموں اور مذہبی ذوق و شوق میں کسی سے پیچھے نہیں پایا۔ مخدوم مکرم جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی نے آپ کی رحلت کی خبر سنی تو اس صدمے کو انہوں نے بھی شدت سے محسوس کیا۔ اور کافی دیر تک بڑی محبت سے ان محبوب ساعتوں کا تذکرہ کرتے رہے جو ان کے ساتھ وقتاً فوقتاً گذریں اور ان کے حق میں کافی دیر تک دعائے مغفرت فرمائی۔ بہرحال مرحوم اب اس مقام پر پہنچ چکے ہیں جہاں ہماری کوئی مدح و ستائش ان تک نہیں پہنچ سکتی البتہ ہم ان کے حق میں زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب اور دعائے خیر کر سکتے ہیں۔ میری اپنے احباب سے خصوصیت کے ساتھ اور قارئین خدام الدین سے بالعموم درخواست ہے کہ وہ مرحوم کے حق میں ایصال ثواب فرما کر عنداللہ اور عندالناس ماجور ہوں۔ راقم الحروف مرحوم کے اعزہ و اقرباء کے غم میں برابر کا شریک ہے اور ان کے ساتھ ایک بہترین رفیق کار کے بچھڑ جانے کی وجہ سے خود کو بھی تعزیت کا مستحق سمجھتا ہے۔

(غمزدہ عثمان غنی واہ کینٹ)

نوٹ: ادارہ خدام الدین مرحوم کے غم کو اپنا غم تصور کرتا ہے کیونکہ وہ ہماری بھی متاع عزیز تھے۔ اللہ تعالٰے مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام بلند عطا فرمائے اور مرحوم کے اعزہ و اقرباء اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے آمین (ادارہ)

مقامِ صحابہ

ازافادات حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ
ترجمہ: مولانا عبدالحمید سواتی خادم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

حضرت حکیم الامۃ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں اپنی ایک وصیت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے حق میں نیک اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ اور زبان پر سوائے ان کے فضائل و مناقب کے کسی چیز کو جاری نہیں کرنا چاہیئے اس مسئلہ میں دو گروہ ایسے ہیں جنہوں نے غلطی کی ہے۔

(ا) ایک گروہ جو یہ گمان کرتا ہے کہ صحابہؓ باہم بالکل سینہ صاف تھے۔ اور کسی قسم کی رنجش ان میں باہم نہیں تھی اور ان کے درمیان کسی قسم کا جھگڑا لڑائی نہیں واقع ہوئی۔ ایسا خیال کرنا محض وہم ہے کیوں کہ نقل مستفیض اس پر شاہد ہے۔ کہ صحابہؓ کے باہم مشاجرات اور اختلافات واقع ہوئے ہیں اس سے انکار کرنا تو نقل مستفیض سے انکار ہوگا جو کسی طرح بھی درست نہیں۔

(ب) اور دوسرے لوگوں نے جب اس قسم کے اختلافات و مشاجرات کو صحابہؓ کیطرف منسوب دیکھا تو ان کے حق میں زبان طعن و لعن دراز کی اور ہلاکت کی وادی میں جا پڑے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس فقیر کے دل میں یہ بات ڈالی گئی ہے کہ صحابہؓ کرام اگرچہ معصوم نہ تھے اور ان میں بعض عوام سے ممکن ہے کہ ایسی چیزیں بھی سرزد ہوئی ہوں کہ اگر اس قسم کی کوئی بات صحابہؓ کے علاوہ کسی دوسرے سے سرزد ہو۔ تو یقیناً وہ مورد طعن و لعن ہوگا اور اس پر تنقید و جرح ہوگی۔ لیکن ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنی زبانوں کو صحابہؓ کی برائیوں سے روکیں، اور ہمارے لئے ان پر جرح و تنقید کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ بات امر تعبدی ہے۔ (یعنی ایک ایسا امر جس کو ہم اس لئے مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اگرچہ عقل اس کے خلاف چاہتی ہو) اور یہ ایک خاص مصلحت کے لئے ایسا کیا ہے اور وہ مصلحت یہ ہے کہ اگر صحابہؓ پر جرح کا دروازہ کھول دیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت بالکل منقطع ہو جائے گی۔ اور روائیت کے منقطع ہونے میں تمام ملت کے درہم برہم ہونے کا خطرہ ہے اور جبکہ روائیت ہر صحابیؓ سے نقل کی گئی ہے اور اکثر احادیث نقل مستفیض سے پایہ ثبوت تک پہنچی ہیں۔ اور امت کے مکلف ہونے کی حجت قائم ہو چکی ہے۔ بعض روایات پر اگر جرح بھی کی گئی ہو تو اس سے خلل واقع ہونے کا اندیشہ نہیں۔ اس کے بعد شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس فقیر (شاہ ولی اللہؒ) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے (عالم مراقبہ و مکاشفہ میں) سوال کیا حضورؐ! آپ کیا فرماتے ہیں۔ اس بارہ میں کہ شیعہ مدعی ہیں اہل بیت کی محبت کے اور صحابہؓ کرام کو برا کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص روحانی طریقہ سے مجھ پر القار فرمایا کہ شیعہ کا مذہب باطل ہے اور ان کے مذہب کا باطل ہونا لفظ امام سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ جب اس مکاشفہ روحانی سے افاقہ ہوا یعنی یہ کشف کی حالت ختم ہوئی اور میں اس سے باہر ہوا تو میں نے لفظ امام پر غور و فکر کیا۔ تو معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات کی اصطلاح میں امام معصوم اور مفترض الطاعۃ ہوتا ہے اور گویا خدا کی طرف سے لوگوں کیلئے کھڑا کیا جاتا ہے اور وحی باطنی اس کے حق میں تجویز کرتے ہیں تو وہ درحقیقت ختم نبوۃ کے منکر ثابت ہوتے ہیں اگرچہ زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم الانبیا کہتے ہیں۔

اس کے بعد شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے بارہ میں نیک اعتقاد رکھنا چاہیئے اسی طرح اہل بیت کے حق میں بھی اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ اور ان میں سے صالحین کو مزید تعظیم کے ساتھ مخصوص کرنا چاہیئے۔

(تفہیمات ج ۲ ص ۲۴۴)

اسی طرح امام ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔ کہ فقیر حقیر ولی اللہؒ عرض پرداز ہے کہ اس زمانہ میں تشیع کی بدعت بہت نمایاں اور آشکارا ہوگئی ہے اور عام لوگوں کے دل بھی ان کے شکوک و شبہات سے متاثر ہو گئے ہیں حتیٰ کہ اس ملک میں بہت سے لوگ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت کے بارہ میں بھی شک کرنے لگے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے نورِ توفیق نے اس بندۂ ضعیف کے دل میں ایک ایسا علم پیدا کیا جو پوری شرح اور بسط کے ساتھ جلوہ گر ہے چنانچہ علم الیقین (قطعی اور یقینی علم) کے ساتھ یہ بات معلوم ہوئی ہے۔ کہ ان خلفائے راشدین کی خلافت کا ثبات اصولِ دین میں سے ایک اہم اصول ہے اور جب تک اس اصول کو محکم و مضبوط طریق پر نہ پکڑ لیں دین کے مسائل و احکام میں کوئی مسئلہ بھی محکم و مضبوط نہ ہوگا کیونکہ اکثر احکام جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ وہ مجمل ہیں۔ سلف صالحین کی تفسیر کے بغیر احکام کا حل نہیں ہو سکتا۔ اور اکثر احادیث خبر واحد ہیں جو محتاج بیان ہیں بغیر اس کے کہ ایک جماعت سلف سے ان کو روایت کرے مجتہدین ان سے استنباط بھی کریں۔ وہ قابل تمسک نہیں ہو سکتیں اور متعارض احادیث کی تطبیق بھی ان بزرگوں کی کوشش کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اور اسی طرح تمام فنونِ دینیہ جیسا علم قرأۃ، تفسیر، عقائد، علم سلوک بغیر ان بزرگوں کے اصول کے آثار کے کسی اصل پر قائم نہیں ہو سکتے۔ اور سلف صالحین نے بھی ان امور میں خلفاء راشدین کی پیروی کی ہے اور ان کے دامن کو ہی مضبوطی سے پکڑا ہے۔ قرآن کریم کا جمع کرنا متواتر قرأۃ کو شاذ سے ممتاز کرنا ان ہی خلفاء راشدین کی سعی پر مبنی ہے اور عہدۂ قضا کے احکام اور حدود کے ضوابط اور دیگر احکام فقہ سب ان ہی خلفائے راشدین کی کوشش پر مرتب ہیں۔ اب جو آدمی اس اصول کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ حقیقت میں تمام فنونِ دینیہ کو بالکل مٹانا چاہتا ہے (ازالۃ الخفاء ص ۸)

اسی طرح امام ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت۔

"ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔
اللہ کی ذات وہی ہے جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو سب دینوں کے مقابلہ میں غالب کرے۔"

کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اور اس سے

غرض یہ ہے کہ وہ دین ظاہر اور غالب ہو اور بالکل جلی (روشن) اور مشہور ہو نہ کہ مخفی اور مستور۔ اور یہ آیت حکم ہے (یعنی فیصلہ کرنے والی ہے) اہل سنت اور اہل بدعت کے درمیان کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور دین حق حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا تو آپ نے اس کو صحابہ کرام تک پہنچایا۔ اور صحابہ نے جو معنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد تھا وہ بخوبی سمجھا۔ اور پھر صحابہ نے قرن تابعین تک اسے پہنچایا اور اسی طرح یہ سلسلہ آگے چلتا رہا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ صرف یہی نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف تعلیم دے دیں اور نہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محض تبلیغ کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں چاہے سامعین اسے سمجھیں یا نہ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی مراد دین حق کو ظاہر و غالب کرنا تھا۔ قرناً بعد قرنٍ اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین صحابہؓ تک پہنچایا۔ لیکن صحابہؓ نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد تھی اس معنی کو نہیں سمجھا۔ یا سمجھے تو ہیں۔ لیکن نفسانی اغراض حائل ہو گئیں اور انہوں نے اس معنی کو چھپا دیا ظاہر نہیں کیا ایسے لوگ اہل بدعت ہیں۔

پس معتزلہ اور شیعہ جو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ کا یہ فرمان جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ تم آخرت میں بے شک اپنے آپ کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو" معتزلہ اور شیعہ کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تمہیں اپنے رب کا یقینی علم حاصل ہوگا چوں کہ یہ چیز غامض اور اس لئے صحابہؓ اس کے معنی کو نہیں سمجھ سکے (اس لئے انہوں نے اس علم یقینی کو روایت سے تعبیر کر دیا ہے) اور شیعہ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی خلافت پر نص یعنی تصریح فرما دی تھی۔ لیکن صحابہؓ نے نفسانی غرض کی وجہ سے اس کو چھپا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایسے لوگ یقیناً مبتدع (اہل بدعت) ہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی مراد دین کو غلبہ دینا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ کی مراد کو کوئی برہم نہیں کر سکتا۔ ھٰذا بھتان عظیم۔ (ازالۃ الخفاء ج ا صفحہ ۵۰ و طبع قدیم صفحہ ۴۲)

امام ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ "اچھی طرح سمجھ لو کہ انبیاء علیہم السلام لوگوں کے پاس ایمان کے دور کو لاتے ہیں اور اس بات کو بھی اچھی طرح سمجھ لو مقربین (جن لوگوں کو خداوند کریم کا قرب حاصل ہے) اگرچہ قرب کے مختلف فنون (قرب کے مختلف اوصاف و اسباب جن کی وجہ سے قرب نصیب ہوتا ہے) میں تبحر رکھتے ہوں لیکن پھر بھی قرب کا کوئی خاص درجہ اور وصف ضرور ایسا ہونا چاہیئے جس میں اس مقرب کے قدم بہت زیادہ راسخ اور مضبوط ہوں۔ اور قرب کے باقی ماندہ اوصاف و فنون اس کے تابع ہوں۔

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اچھی طرح جان لو کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقدام ایمان کے دورہ (حقیقت ایمان) میں بہت زیادہ راسخ اور مضبوط ہیں۔ باقی کمالات ان کے لئے شعار اور اندرونی لباس کی طرح ہیں صحابہؓ کی توجہ بالاصالۃ ان کمالات کی طرف نہیں ہوتی۔ ایمان ہی ایسا عام اور بیرونی جامع لباس اور نمایاں ہونے والی بات ہے کہ صحابہؓ کے تمام اشارات اسی پر منطبق ہیں۔ اور ان کی عبارات اسی طرف منسوب ہوتی ہیں اور اس میں راز یہ ہے کہ صحابہؓ کے تمام کمالات اس اسم سے مستنبط ہیں جو آنحضرت صلی علیہ وسلم کے قلب مبارک سے طلوع ہوتا ہے اور یہ وہی چیز ہے ——— کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس کے ذریعہ دورہ ایمان (حقیقت ایمان) کو قائم فرمائے۔

اب حضرت ابوبکر صدیقؓ اقتدا کرنے والے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہت وحدۃ کے ساتھ اور وہ ہے قرب کمالی کا دورہ ابوبکرؓ اس جہت سے ایک خاص مرتبہ کے ساتھ مخصوص ہیں اور وہ توجہ الی اللہ کا مرتبہ ہے اس کی مثال اولیاء اللہ کے ہاں ملکہ یادداشت ہے۔

اور حضرت عمرؓ کی اقتداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرب فرائض کی جہت سے ہے (قرب فرائض، قرب نوافل، قرب وجود۔ یہ حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ کے فلسفہ کا خاص حصہ ہے جس کو آپ نے اپنی دقیق کتابوں میں بیان فرمایا ہے۔ امام ولی اللہؒ الخیر الکثیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب یہ ہے کہ غفلت کا پردہ درمیان میں حائل نہ ہو اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم حاصل ہو۔ اگرچہ یہ علم کسی نہ کسی پردہ کی آڑ میں ہوگا۔ انسان کو اپنے نفس کا علم حضوری ہوگا اور اس کے ضمن میں اس کو اللہ کی ذات کا علم حاصل ہو تو اس کو قرب نوافل کہتے ہیں۔

اور اگر انسان کی عین ثابتہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علم کا آئینہ بن جائے تو یہ قرب فرائض ہے شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ کہ قرب فرائض کے مرد میدان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ تھے۔ ان کا دور گذر جانے کے بعد یہ زمین خالی پڑی ہے اور اگر انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم فیضان وجود کے ضمن میں حاصل ہو تو اس کو قرب وجود کہتے ہیں) اور حضرت عثمانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصی طور پر ایمان میں اقتدار کرنیوالے ہیں اور ان کے لئے اپنی فطرت کی صفائی کی بناء پر قرب وجود کی طرف بھی راستہ ہے اور جب ان کا معاملہ پورا ہو گیا تو وہ خالصۃ الایمان یعنی انقیاد تام کی طرف اتر پڑے۔

اور حضرت علیؓ کے قدم قرب وجود میں نہایت راسخ ہیں اور اس کی جڑیں اس سرزمین کی گہرائی تک اتری ہوئی ہیں۔ اور حضرت علیؓ کو حکمت شریعت بھی حاصل ہے پھر آپ کو وہ شرع بھی دکھائی گئی ہے۔ جس کے حامل ملکوت میں یعنی پھر آپ کو قرب ملکوتی حاصل ہوا اور آپ کو اس کی طرف عروج بھی نصیب ہوا۔

اور پھر حضرت علیؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور شریعت کی شرح میں اترے اور وصایت کا یہی معنی ہے باقی تمام صحابہؓ مہاجرین اولین اور انصار تو وہ سب دورہ ایمان میں فنا ہیں۔ اور ان کے لئے حکمت کی طرف خاص راستہ ہے جس کی وجہ سے وہ حکمت، فقہ، تقویٰ اور وسیلہ میں متمثل ہوتی ہے۔ پھر ان کے لئے خاص راستہ ہے جہاد کی طرف، اور اعداء اللہ کے ساتھ مخصومت کی طرف، باقی وہ صحابہؓ جنہوں نے مہاجرین اولین اور قدماء انصار کا اتباع احسان کی صفت کے ساتھ کیا ہے۔ وہ سب دورہ ایمان میں فنا ہیں اور ان کے لئے خاص راستہ ہے شرح صدر کی طرف۔ اور تمام کے تمام صحابہؓ

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

قلب کی درستگی کا بڑا خیال رکھو

محمد شفیع عمرالدین (میرپور خاص)

اللہ تعالےٰ نے فرمایا:-

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا (الشمس آیت ۹)

ترجمہ: بے شک وہ کامیاب ہوگیا جس نے روح کو پاک کر لیا۔

"یعنی نفس کا سنوارنا اور پاک کرنا یہ ہے کہ قوتِ شہویہ اور قوتِ غضبیہ کو عقل کے تابع کرے — اور عقل کو شریعتِ الٰہیہ کا تابعدار بنائے۔ تاکہ روح اور قلب دونو تجلیٔ الٰہی کی روشنی سے منوّر ہو جائیں"

(فوائد حضرت مولانا عثمانیؒ)

اس حقیقت کو کبھی بھی فراموش نہ کرنا چاہیے کہ اگر بندے نے اپنی ساری ہمت اپنے خاکی تن کی پرورش میں صَرف کر دی اور اپنے نفس کو "شریعت" کا تابع بنا کر سنوارنے سے غافل رہا۔ عمدہ اور فاخرہ ملبوسات نفس کی خوشی کی خاطر استعمال کرتا رہا چرب و شیریں اکل و شرب میں اسے خوب موٹا تازہ کرتا رہا تو یہ سب کچھ عارضی ہے۔ ایک دن فنا ہے۔ مرنے کے بعد قبر میں یہ بدن گل سڑ جائے گا۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:-

گر میانِ مشک تن را جا شود
روزِ مُردن گندِ او پیدا شود

یعنی اگر یہ تنِ خاکی مشک کی خوشبو میں پلا ہوگا۔ ساری زندگی ایسی خوشگوار خوشبو میں بسر کی ہوگی۔ تو جب مرکر قبر میں جائے گا جو نیکوں کے لئے بہشت کا باغ ہے، اور بدکاروں کے لئے دوزخ کا ٹکڑا ہے تو یہ مشک کی خوشبو میں بسنے والا بدن گل سڑ کر چو طرف اپنی بدبو پھیلائے گا۔ عارضی خوشبو بدبو میں تبدیل ہو جائے گی۔

اسی حقیقت کے پیشِ نظر مولانا رومؒ ازراہِ خیر خواہی و نصیحت فرماتے ہیں:-

مشک را بر تن مزن بر دل بمال
مشک چہ بود؟ نامِ ذوالجلال

یعنی بیٹا! میری نصیحت مان لے۔ دنیاوی مشک کا فائدہ صرف عارضی زندگی تک محدود ہے۔ تجھے وہ مشک استعمال کرنا چاہیئے جو مرنے کے بعد بھی تیرے ساتھ رہے۔ بیٹا! تجھے بتا دوں کہ وہ مشک کیا ہے؟ وہ مشک ہے "ذکرِ ذوالجلال"

یادِ حق تعالیٰ

یادِ حق آمد غذا ایں روح را
مرہم آمد ایں دلِ مجروح را

(مولانا عطارؒ)

روح کی خوراک اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ دنیاوی آلائشوں میں پھنس کر جو صدمات اس دل کو پہنچتے ہیں ان کا واحد علاج اللہ تعالےٰ کا ذکر ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ (الرعد-آیت ۲۸)

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے تسکین ہوتی ہے۔ خبردار! اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں۔

حاشیہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

"یہ خدا کی طرف رجوع کرنے کا بیان ہوا۔ یعنی ان کو "دولتِ ایمان" نصیب ہوتی ہے اور ذکر اللہ (خدا کی یاد) سے چین و اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ سب سے بڑا ذکر تو قرآن ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ جسے پڑھ کر ان کے دلوں میں یقین کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ شبہات اور وساوسِ شیطانیہ دور ہو کر سکون و اطمینان میسر آتا ہے۔ ایک طرف اگر اللہ تعالےٰ کی عظمت و ہیبت دلوں میں خوف و خشیت پیدا کرتی ہے تو دوسری طرف لامحدود رحمت و مغفرت کا ذکر قلبی راحت و سکون کے سامان بہم پہنچاتا ہے۔ غرض ان کا دل ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کی طرف جم جاتا ہے اور ذکر اللہ کا نور ان کے قلوب سے ہر طرح کی دنیوی وحشت و گھبراہٹ کو دور کر دیتا ہے۔

یعنی دولت، حکومت، منصب، جاگیر یا فرمائشی نشانات کا دیکھ لینا، کوئی چیز انسان کو حقیقی سکون و اطمینان سے ہم آغوش نہیں کر سکتی۔ صرف یادِ الٰہی سے جو تعلق مع اللہ حاصل ہوتا ہے وہ ہی دلوں کے اضطراب و وحشت کو دور کر سکتا ہے۔ مگر بندے کی غفلت اس حد تک بڑھی ہوئی ہے کہ وہ اپنی ساری ہمت و توجہ ظاہری بدن کی درستی و آرائش میں صَرف کر دیتا ہے۔ اور قلب کی پاکی کی طرف دھیان نہیں لگاتا۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے اس کے کان آشنا نہیں؟-

اَلَا اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ:- جان لیں، بے شک بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اور جب وہ درست ہے تو سارا بدن درست ہے اور جب وہ بگڑا تو سارا بدن بگڑا یاد رکھو کہ وہ ٹکڑا "دل" ہے۔

(ف) ...... تقویٰ فقط ظاہر کی صفائی کا نام نہیں۔ تقویٰ کا مقام "دل" ہے۔ یعنی جب دل میں ایمان رچا اور اس کی ناراضامندی کا خوف دل میں سمایا تو آنکھ، کان، ہاتھ پاؤں سب خود بخود سنور جاتے ہیں اس واسطے کہ دل تمام بدن کا بادشاہ ہے۔ پھر اگر دل ہی بگڑا یعنی حرص اور فسق و فجور اس میں جما تو سارا بدن بگڑا۔ آنکھ رنڈیوں گھورتی ہے، کان غیبت اور باجوں کی آواز پر غش ہیں۔ زبان لقمۂ حرام چٹ کر رہی ہے۔ نہ موت کا کچھ غم ہے نہ قیامت کا کچھ ڈر۔

الٰہی! اپنا خوف ہمارے دلوں میں ڈال اور ان بلاؤں سے ہم کو نکال۔ آمین"۔ (مشارق الانوار)

ازالۂ مرضِ قلب

اس مرض کا ازالہ اہم بات ہے۔

اللہ تعالےٰ کی نظر ہمارے ظاہر پر نہیں اس کی نظر ہمارے قلوب پر ہے۔ ہمارے دل تقوےٰ اور پرہیزگاری سے لبریز رہنے چاہئیں۔

حضرت سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رح فرماتے ہیں:-

ا۔" مرضِ قلبی کے ازالہ کی فکر نہایت اہم بات ہے۔ زندگی کی اس تھوڑی سی فرصت میں اس مرض کا ازالہ ذکرِ الٰہی کی کثرت کے ساتھ کریں۔ اس قلیل مہلت میں "علاج معنوی" کے لئے ربِّ جلیل کی یاد اعظم مقاصد میں سے ہے۔ وہ دل جو غیر اللہ کا گرفتار ہے اس سے بھلائی کی توقع کیا ہو سکتی ہے"۔ (مکتوب ۱۲۶ دفتر اوّل)

۲۔ "اے سعادتمند! مجھ پر اور آپ پر لازم ہے کہ اوّل اپنے "عقائد" کو کتاب و سنت کے مطابق درست کریں۔ وہ اس طریقہ پر ہو جس طریقہ پر علمائے حقانی نے کتاب و سنت سے ان عقائد کو سمجھ کر اخذ کیا ہے۔ اگر ہمارا اور آپ کا ان عقائد کو سمجھنا ان بزرگوں کے فہم (سلیم) کے مطابق نہ ہو تو ہماری یہ سمجھ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ ہر بدعتی و گمراہ بھی تو اپنے احکام باطلہ کو کتاب و سنت سے سمجھتا ہے، اور وہاں سے اخذ کرتا ہے۔ ان کے اس رویّہ سے ہم حق سے بے پروا نہیں ہو سکتے۔

دوم:- شرعی حلال و حرام، فرض و واجب کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

سوم:- (تصحیح عقائد اور شریعت کا علم حاصل کرنے کے بعد) شرعی احکام کو عملی جامہ پہنایا جائے۔

چہارم:- (اس کے بعد) تصفیہ و تزکیہ صوفیاء کرام کے مخصوص طریقہ پر کریں ـــــ یاد رہے جب تک عقائد صحیح نہ ہوں تب تک احکام شرعیہ کا علم فائدہ نہیں دیتا اور جب تک یہ دونو (عقائد اور شرعی علم) صحیح اور درست نہ ہو عمل نفع نہیں دیتا جب تک یہ تینوں چیزیں (صحیح عقائد، شریعت کا صحیح علم اور شرعی احکام پر عمل) میسر نہ ہوں تب تک تزکیہ و تصفیہ کا حصول محال ہے"۔

(مکتوب ۱۵۷ دفتر اول)

(باقی ص۱۲ پر)

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

غیر مسلم مؤرخین کی نظر میں

(قاری حضرت گل، بنوں شہر)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں

جو شخص بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے جلیل القدر پیغمبرؐ کی حیات مقدسہ اور آپؐ کے عظیم کردار اور عمل کا مطالعہ کرتا ہے اور جو شخص بھی یہ جانتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے کس طرح اپنی پاکیزہ زندگی بسر کی اس کے لئے اس کے بغیر چارہ ہی نہیں کہ وہ اس عظیم اور جلیل پیغمبرؐ کی عظمت اور جلالت محسوس نہ کرے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسولوں میں بڑی عزت والے رسولؐ تھے۔ میں جو کچھ آپ کے سامنے پیش کر رہی ہوں۔ آپ میں سے اکثر اصحاب شاید اس سے واقف بھی ہوں۔ لیکن میری تو یہ حالت ہے کہ میں جب بھی آپؐ کی سیرت پاک کا مطالعہ کرتی ہوں تو میرے دل میں عرب کے اس عظیم اور لاثانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نئی عظمت اجاگر ہوتی ہے۔

(سیرت و تعلیماتِ محمدؐ مصنفہ مسز اینی ص۴ مطبوعہ ۱۹۳۴)

جان ڈیون پورٹ کا اعترافِ حق

میرے دل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپؐ پر سب سے پہلے وہی لوگ ایمان لائے جو آپؐ کے جگری دوست اور آپؐ کے اہل خانہ تھے جو کہ آپؐ کی زندگی کے ہر اندرونی گوشے گوشے سے واقف تھے۔ اگر آپؐ نے سب کچھ یونہی فرضی اور دکھاوے کے لئے کیا ہوتا اور آپؐ کے دعوےٰ میں خلوص اور صداقت نہ ہوتی تو یہ لوگ سب سے پہلے کبھی بھی آپؐ پر ایمان نہ لاتے اگر آپؐ کی پرائیویٹ زندگی میں صداقت اور خلوص نہ ہوتا تو ظاہرداری کے فریب میں آپؐ کے گھر والے اور سالہا سال سے محبت کرنے والے دوست کبھی آپؐ کی رسالت پر ایمان نہ لاتے۔ مکہ میں آپؐ کی ولادت ہوئی لیکن ساری دنیا کے اندر جس انسان کے ساتھ سب سے زیادہ محبت اور عقیدت کا اظہار کیا گیا تو وہ آپؐ ہی کی مبارک ذات تھی اور آپؐ کی عظیم شخصیت سے بڑھ کر نسل انسانی پر کسی شخص کا اثر و اقتدار قائم نہیں ہو سکا۔ پیغمبرِ اسلامؐ کی شخصیت میں کچھ ایسی دلآویز باتیں تھیں جس سے دنیا بھر کی سلطنتوں کے نقشے تبدیل ہو گئے آپؐ نے نسل انسانی کی اصلاح و تعمیر کے سلسلے میں بے مثل خدمات سرانجام دیں۔ آپؐ نے صفائی، طہارت، پاکیزگی عبادت روزہ رکھنے اور زکوٰۃ دینے کا ایک ایسا نظام قائم کیا۔ جس نے ساری قوم میں ایک زبردست انقلاب پیدا کر دیا۔ آپؐ نے خدائے واحد کی عبادت کا دین جاری کیا۔ جس سے نسلِ انسانی میں وحدت خیالی پیدا ہوتی ہے۔ آج آپ دنیا کا نقشہ اٹھا کر دیکھیں تو آپ کو کرۂ ارض کے ہر گوشے میں اسلامی سلطنتیں اور اور کروڑوں حلقہ بگوشانِ اسلام نظر آئیں گے (معاذ اللہ) یہ کسی جھوٹے نبی کا ہرگز کارنامہ نہیں ہو سکتا۔ آج دنیا کے تیسرے حصے سے زیادہ انسانی آبادی مسلمان ہے)

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین قبول کرنے والوں نے اسلام کے نام عظیم مملکتیں اور بادشاہتیں قائم کیں۔ جو سب پیغمبر عرب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کے ماننے والے تھے۔ آج دنیا کی تمام اسلامی حکومتوں کے فرمانروا آپؐ ہی کے نام لیوا

(باقی ص۱۳ پر)

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں درس قرآن

منعقدہ ۲۵ جون ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(سورۃ توبہ) (۲)

تو سورۃ انفال میں میرے بزرگو! رب العالمین نے غزوۂ بدر یوم الفرقان قرار دے کر مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ اب دنیا میں تمہاری ہستی دوسروں کی نظر میں بھی مسلّم ہے۔ آئندہ کے لئے تم اپنے نظام کو ایسا بناؤ کہ تمہارا نظام عالمگیر ہو جائے اور اس نظام کو عالمگیر بنانے کے لئے اپنے ایک خاص خطّے کو ہمیشہ کے لئے دارالسلام بنا رکھو۔ اس کو مرکز قرار دے دو۔ وہ اگر ہرا بھرا رہے گا تو دنیا میں اس کی شاخیں پھیلتی چلی جائیں گی۔ اور اگر خدا نخواستہ تمہارا مرکز کمزور ہو گیا تو پھر دنیا میں تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ میں اس کی مثال یوں عرض کر سکتا ہوں۔ میرے بزرگو دیکھئے اگر پودے کی بیخ میں، بنیاد میں آپ پانی ڈالتے رہیں گے تو وہ پودا ہرا بھرا رہے گا۔ اگر کوئی آدمی پودے کی شاخوں پر پانی ڈالتا رہے، پتوں پر پانی ڈالتا رہے اور اس کی جڑوں میں پانی نہ ڈالے تو آپ ہی فیصلہ کریں وہ پودا پھر خشک رہے گا یا وہ پودا سبز رہیگا؟ وہ پودا تو تھوڑی دیر کے بعد ختم ہو جائے گا۔ کہ پانی ڈالنے والے نے پتوں کو ہرا کیا، پانی ڈالنے والے نے شاخوں کو تر رکھا اس کی جڑوں میں پانی نہ ڈالا۔

مسلمان کی سب سے بڑی جڑ اس دنیا میں کون سی چیز ہے ——— ؟ بیت اللہ المکرم۔ اللہ تعالےٰ کا گھر، جسے بیت اللہ کہتے ہیں، جسے کعبۃ اللہ کہتے ہیں۔ جسے اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ ط کہا قرآن مجید نے۔ تو بیت اللہ جس ملک میں آباد ہے اس ملک کا نام کیا ہے؟ جزیرۂ عرب۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی وصیت مقدسہ میں اَخْرِجُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ ط حالانکہ یہودیوں اور عیسائیوں کو دنیا ہی سے مٹانا بھی مسلمانوں ہی کا کام ہے۔ اور انشاء اللہ مسلمان دنیا سے ان کو مٹا کر رہیں گے۔ بشرطیکہ ہم مسلمان ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے عرب بھائیوں کی خطاؤں کو معاف فرمائے۔ اللہ مسلمانوں کو فتح مبین نصیب فرمائے، اللہ ان کی لغزشوں سے درگذر فرمائے۔

وہ عرب جن کے نام سے دنیا کانپتی تھی۔ وہ فردوسی نے لکھا ہے اپنے شاہنامے میں ؎

زشیر شتر، گوشت سوسمار
عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیہاں را کنند آرزو
تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

فردوسی کہتا ہے کہ وہ عرب جو سوسمار (گوہ) کا گوشت کھانے والے ہیں، اونٹنی کا دودھ پینے والے ہیں دنیا کی نظر میں غیر مہذب قوم جن کے پاس نہ اپنا کوئی تمدن ہے نہ اپنی تہذیب ہے، نہ کوئی لباس ہے نہ کوئی یونیفارم (UNIFORM) ہے، نہ کوئی فرنیچر (FURNITURE) ہے، کچھ بھی نہیں ہے، وہ تو یہ پہچانتے بھی نہیں کہ یہ چپاتیاں ہیں یا سفید کاغذ ہیں۔

جب ایران کو فتح کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے اور وہ کسریٰ کے محل میں جب داخل ہوئے، تو وہاں کافور کے مرتبان بھرے ہوئے تھے۔ علامہ بلاذری نے "فتوح البلدان" میں اس کو لکھا ہے کہ مسلمان جب داخل ہوئے محل میں تو دیکھا کہ وہاں مرتبان بھرے ہوئے ہیں کافور کے۔ صحابہؓ یہ سمجھے کہ شاید نمک ہے — بطور نمک کے ہانڈی میں ڈالنے لگے۔ اور ان کے ہاں بھی خوراک کا مسئلہ بہت اہم تھا۔ جیسے ہمارے ہاں یہ پیٹ کا مسئلہ بڑا اہم ہے۔ آج ساری دنیا پیٹ کے چکر میں ہے۔ وہ ڈارون کی ایک تھیوری (THEORY) ہے کہ آخر وقت میں انسان کا جو سر ہے یہ بہت چھوٹا ہو جائے گا اور پیٹ پھول جائے گا تو وہ تو ایسے ہی بکتا ہے۔ میرا خیال ہے وہ سمجھا نہیں۔ اس کو یوں کہنا چاہئے تھا۔ کہ آخر زمانے میں انسان صرف پیٹ کا پجاری رہ جائے گا۔ اور دماغ کی ساری محنتوں کو پیٹ کے بھرنے پر لگا دے گا۔ جیسے آج ہمارا حال ہے۔

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تو اتنا بھی نہ پتہ چل سکا کہ یہ کافور ہے یا نمک ہے تو وہ کافور کو ہانڈی میں بطور نمک کے ڈالنے لگے۔ اور اس ملک میں جو لوگ چپاتیاں کھاتے تھے، میدے کی چپاتیاں، جیسے ہمارے ہاں کھانے کی کتنی قسمیں ہیں۔ میدے کی چپاتیاں اتنی نرم تھیں، اتنی مہین تھیں، اتنی پتلی تھیں کہ وہ سمجھے کہ یہ کاغذ پڑا ہے — یہ حال تھا عرب کا — لیکن ؎

زشیر شتر، گوشت سوسمار
عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیہاں را کنند آرزو
تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

آج وہی عرب ان یہودیوں کا مقابلہ نہ کر سکے (میں یہ طنزاً نہیں کہہ رہا۔ افسوس سے کہہ رہا ہوں، عبرت کے لئے کہہ رہا ہوں۔ اللہ تعالےٰ ہمارے ملک کو اور باقی تمام اسلامی ممالک کو دشمنانِ دین کے حملوں سے بچائے) لیکن خالی دعاؤں سے کچھ نہیں بنتا۔ زمانے کے حالات کا مقابلہ کیا جائے، زمانے کے حالات کو دیکھا جائے۔ دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ کیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف اسی پر اکتفا کیا تھا؟ امام الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اسباب کے عالم میں بھی سب سے آگے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر اس نظام کو اختیار کیا جو نظام کسی دفاع کے لئے ضروری ہو سکتا ہے اور دنیا میں امام الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جس طرح دوسرے امور میں ماہر اور حرفِ آخر تسلیم کئے جا سکتے ہیں اسی طرح امام الانبیاء دفاعی امور میں بھی سب سے آخری دلیل

اور سب سے آخری حجت اور برہان ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

تو وہ عرب جو نمک نہیں جانتے تھے۔ کافور اور نمک میں فرق نہیں کر سکتے تھے۔ وہ عرب جو چپاتی اور کاغذ میں فرق نہیں کر سکتے تھے اُن عربوں کی یہ کیفیت تھی جسے فردوسی نے بیان کیا ہے

زِ شیرِ شتر خوردن و سوسمار
عرب را بجائے رسید است کار
کہ تختِ کیہاں را کنند آرزو
تفو بر تو اے چرخِ گرداں تفو

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں فتح حاصل کی تو اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اے مسلمانو! تم اپنے مرکز کو ہمیشہ کے لئے ان کی دسیسہ کاریوں سے محفوظ رکھو، ان کی منافقانہ چالوں سے محفوظ رکھو۔ اس لئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ اَخْرِجُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ ط کہ جزیرۂ عرب سے یہودیوں کو بھی نکال دینا۔ اور عیسائیوں کو بھی نکال دینا۔ اور مشرکوں کے متعلق بھی سورت براۃ میں فرمایا۔ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۵ وَرَسُوْلُہٗ۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کوئی تعلق نہیں رہا مشرکوں کے ساتھ ہمارا تمہارے ساتھ اب کوئی عہد و پیمان نہیں ہو سکتا۔ صرف دو باتوں میں ہمارا اور تمہارا عہد و پیمان ہو سکتا ہے۔ امن کی زندگی بسر کرنا چاہو —— یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّ ھُمْ صٰغِرُوْنَ ۵ (توبہ ۲۹) جزیہ دو، ہمارے ماتحت ہو کر رہو۔ ورنہ پھر تمہارے اور ہمارے درمیان فیصلہ کرنے والی تلوار ہے۔ تیسرا اور کوئی راستہ ہمارے تمہارے درمیان نہیں ہے ——

تو اس کے لئے مرکز کا باقی رہنا میرے بزرگو بڑا ضروری ہے اور مرکز کو باقی رکھنے کے لئے آپ نے کبھی غور فرمایا ہو تو ہر مسلمان کو مکلف کیا خداوند قدوس نے کہ وہ دن میں کئی مرتبہ اس امر کا دھیان رکھے۔ اس امر کو ملحوظ رکھے کہ میرا ایک مرکز ہے اور میری وابستگی اُسی مرکز کے ساتھ ہے۔ دیکھئے جب ہم نماز پڑھتے ہیں میرے بھائیو اور میرے بزرگو! دنیا بھر کے مسلمان، کہیں بھی ہوں، خواہ وہ فضا میں نماز پڑھیں، خواہ وہ زمین پر نماز پڑھیں، ہوائی جہاز میں پڑھیں، خواہ وہ جاپان میں پڑھے (مسلمان تو وہاں بھی نماز پڑھنے کا مکلّف ہے) خواہ وہ سب میرین کے اندر نماز پڑھیں۔ خواہ وہ امریکہ کے کسی کونے میں پڑھے خواہ جزائر فجی کے کسی چھوٹے جزیرے میں پڑھے —— نماز میں ہم کیا کہتے ہیں؟ منہ طرف خانے کعبے کے۔ دیکھا؟ ہم نے اپنی نماز میں کس چیز کو لازم رکھا اللہ کے حکم کے ساتھ؟ کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا۔ وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ۔ (بقرہ ۱۵۰) جہاں بھی تم ہو جہاں سے بھی تم نکلو، نماز کے وقت اپنا چہرہ کدھر بدلو؟ مسجدِ حرام کی طرف۔ کہ دن میں تمہیں کئی مرتبہ اس بات کا احساس ہو جائے کہ میں دنیا میں اکیلا نہیں۔ میں دنیا میں بے لگام نہیں۔ میں دنیا میں بے ربط اور بے ضبط نہیں میرے ساتھ دنیا کے کروڑہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِؐ پڑھنے والے ہیں جن کا وہی کعبہ ہے جو میرا کعبہ ہے۔ تو کعبے کی سطوت کو، کعبے کی عظمت کو، کعبے کے ساتھ نسبت قائم کرنے کو نماز میں حکم دیا گیا کہ تم جہاں بھی ہو اپنی نمازوں میں رُخ بیت اللہ المقدس کی طرف پھیر دو۔ اس بیت اللہ کو پھر غیروں کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ اس لئے سورۃ توبہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جو اعلان فرمایا من جانبِ اللہ کہ اللہ اور اللہ کا رسولؐ بَری ہے کافروں سے، اللہ اور اللہ کا رسول بیزار ہے مشرکوں سے۔

اور پھر حدیثِ مقدس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سال کے بعد، آج کے بعد، کوئی مشرک بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گا، اس کے بعد کوئی کافر بیت اللہ میں پاؤں نہیں ڈالے گا، یہ ساری زمین ارضِ حرم ہے اس لئے کسی کافر کو یہاں گھسنے کی اجازت نہیں ہے یعنی بڑے سے بڑا کافر کیوں نہ ہو۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: قلب کی درستگی ....

طریقہ حصول

ان باتوں کے حصول اور تزکیہ و تصفیہ کے لئے اللہ والوں کی صحبت نہایت ہی اکسیر ہے۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ یاد رکھئے کہ علم اور چیز ہے اور تربیت اور چیز ہے۔ امراضِ روحانی کا فقط ایک علاج ہے اور وہ اللہ والوں کی صحبت ہے۔ ان کی صحبت میں اللہ کے پاک نام کی برکت سے اللہ کی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔" (ملفوظات ص ۲)

ذکرِ الٰہی کی کثرت

مزید برآں نفس کی اصلاح کے لئے ذکرِ الٰہی کی کثرت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ مولانا عطارؒ نے فرمایا ہے

مومنا ذکرِ خدا بسیار گوئے
تا بیابی در دو عالم آبروئے

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۵

(الجمعہ آیت ۱۰)

ترجمہ: پس جب نماز ادا ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

دُعا!

رَبِّ اَعْطِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلٰھَا۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ۔ (حصن حصین)

ترجمہ: میرے رب! میرے نفس کو تقوٰے و پرہیزگاری عطا فرما — اور اسے پاک کر دے۔ تُو ہی سب سے بہتر اسے پاک کرنے والا ہے تو ہی اس کا کارساز اور مالک ہے اے اللہ! جو گناہ میں نے پوشیدہ کئے اور جو علانیہ کئے وہ سب بخش دے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

جذبۂ ترقی و تقدم اور اعتدال

حضرت مولانا محمد میاں مدظلہ دہلی!!

عجیب بات ہے جس سورت کی تیرہویں آیت میں انسانی برادری اور مساوات کی تعلیم دے کر "صالح جمہوریت" کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کی سب سے پہلی آیت کا مفہوم یہ ہے۔

اے ایمان والو! آگے نہ بڑھو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور ڈرتے رہو اللہ سے۔

یعنی تقدم اور ترقی تو ایک فطری جذبہ ہے۔ بچہ گہوارہ کی زندگی میں بھی یہ چاہتا ہے کہ ساری دنیا اس کے تابع فرمان رہے۔ کوئی بات اپنی مرضی کے خلاف دیکھتا ہے تو چیخنا اور چلانا شروع کر دیتا ہے۔ کچھ ہوش آتا ہے تو فطری شوق کی چیز یعنی کھیل کود میں سب سے آگے رہنے کی کوشش کرتا ہے اس کے لئے سب سے زیادہ دلچسپ لفظ "میری" ہوتا ہے۔ (سابق۔ آگے بڑھا ہوا) اور "پھسڈی" (پیچھے رہنے والا پست اور ناکام) کے لفظ سے اس کو نفرت ہوتی ہے۔

قرآن حکیم نے اس فطری جذبہ کی تعلیم ضروری نہیں سمجھی۔ کیونکہ دوڑنے والے سے یہ کہنا بیکار ہے کہ "دوڑو" البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ "انسانیت سے چلو"، "سیدھے" چلو، "سنبھل کر چلو۔ قرآن حکیم ترقی پذیر اور جذبۂ تقدم سے سرشار جمہور کو یہ ہدایت کر رہا ہے کہ،

"جذبۂ ترقی میں اعتدال رکھو۔"

اعتدال یہ ہے کہ قانون کی حدود سے آگے نہ بڑھو۔ انسانوں کی ترقی کے ساتھ انسانیت کی کی بھی ترقی ہوتی چاہیئے۔ ورنہ انسان انسان نہ رہیں گے۔ جنگل کے وحشی بن جائیں گے۔ انسانیت یہ ہے کہ ہر بات میں سنجیدگی ہو، ادب ہو، واجب الاحترام کا احترام ہو۔ خدا کا خوف دل میں ہو۔

نوجوانوں میں جذبۂ ترقی بہت مبارک ہے۔ ترقی کا جذبہ نہ ہو تو دنیا کی رونق ختم ہو جائے۔ لیکن اگر ترقی کا مقصد تعمیر ہے تو اعتدال اور سنجیدگی ضروری ہے۔ اگر نوجوانوں کا جذبۂ ترقی نظم وضبط، ادب اور اخلاق کا متحمل نہیں ہے تو وہ تعمیر کی بنیاد نہیں رکھ رہے بلکہ بربادی تباہی، پستی اور ذلت و خواری کی رسیاں پکڑ کر اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور مستقبل کو تاریک کر رہے ہیں۔

صالح جمہوریت وہی ہے۔ جس کی پیشانی انسانیت اور شرافت کے جھومر سے آراستہ ہو۔

افواہ کی تحقیق، قوت مقاومت اور حوصلہ تادیب

جمہوریہ کی تشکیل اور تعمیر جمہور سے ہوتی ہے جمہور ہی اس کا آب و گل ہیں اور جمہور ہی اس کا قوام تو اس کی اصلاح و ترقی کسی ایک فرد یا چند افراد کی جدوجہد سے نہیں ہو سکتی۔ پورے جمہور ورنہ جمہور کی غالب اکثریت میں قوت عمل ضروری ہے۔

آپ اگر خیر خواہ ہیں۔ آپ انسانیت اور شرافت کے آرزو مند ہیں۔ آپ اگر امن اور اطمینان کی فضا دیکھنا چاہتے ہیں تو خود آپ میں بھی عمل کی قوت اور قربانی کا جذبہ ضروری ہے۔

بلاشبہ قوم کے تمام افراد یکساں نہیں ہو سکتے۔ بہت سے وہ بھی ہوتے ہیں جو انسانیت شرافت، اخلاق اور دیانت کے الفاظ کو بے معنی سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی اغراض اور اپنے مفادات ہی کو سب سے بڑی شرافت اور اعلیٰ ترین انسانیت سمجھتے ہیں۔ ایسے افراد اگر اجتماعی صورت اختیار کر لیتے ہیں تو ایک باغی جماعت اپنا پرچم لہرانے لگتی ہیں۔

اس وقت آپ کی خاموشی حرام ہے۔ امن پسندی کے بہانہ آپ کا بے حس و حرکت رہنا امن پسندی نہیں ہے بلکہ بزدلی ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ کمر باندھ کر اٹھیں، اور اس باغی اور غلط کار جماعت کے ہاتھ سے جھنڈا چھین لیں۔ اگر یہ باغی جماعت اصلاح قبول نہیں کرتی تو آپ تادیبی کارروائی کریں ضرورت پیش آئے تو آپ قوت سے کام لیں۔ جس طرح وہ غلط کار اکٹھے اور منظم ہو گئے ہیں۔ آپ کی صداقت اور استقامت یہ ہے کہ جن کو آپ صحیح سمجھتے ہیں ان کی مدد کریں۔ اگر اس امداد میں کسی قربانی کی ضرورت ہو تو اس سے بھی دریغ نہ کریں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ آپ کا جو بھی اقدام ہو۔ وہ حقیقت کی بناء پر ہو۔ افواہیں چنگاریوں کا کام کرتی ہیں۔ صالح جماعت کا کام ہے کہ وہ افواہ کو مشعل راہ نہ بنائے۔ افواہ کے علاوہ کسی شخص کی بات بھی اس وقت تک قابل وثوق نہ سمجھی جائے جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ خود وہ شخص قابل وثوق ہے جو خبر دے رہا ہے۔

قرآن پاک کی اسی سورت میں، جس میں صالح جمہوریت کے خدوخال کی طرف اشارے کئے گئے ہیں۔ مقاومت اور مقابلہ اور تادیب کی بھی تعلیم دی گئی ہے۔ سب سے پہلے ہدایت یہ ہے۔

ایسا شخص جو قابل اعتماد نہیں ہے۔ اگر کوئی خبر لے کر آئے تو پوری طرح چھان بین کر لو ایسا نہ ہو کہ تم بلا تجسس و تفتیش کوئی قدم اٹھا لو، جو سراسر جہالت ہو۔ پھر نتیجہ یہ ہو کہ تم کو نادم اور پچھتانا پڑے۔ (آیت ۶)

اس کے بعد دوسری ہدایت یہ ہے۔

اگر اس جماعت کے (جو ایک ہی دستور کو تسلیم کرنے والی اور ایک ہی قانون کو ماننے والی ہے۔ (مومنین کی جماعت ہے۔) دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔

(حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے الفاظ ہیں "ملاپ کرادو")

اگر اس جدوجہد میں کامیابی نہ ہو۔ اور ایک گروہ (پارٹی) دوسرے پر زیادتی کرے تو سب مل کر اس گروہ سے جنگ کرو جو زیادتی کر رہا ہے (یہاں تک کہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے) پھر اگر رجوع ہو جائے تو ان دونوں کے درمیان ملاپ کرادو۔ عدل کے ساتھ اور انصاف سے کام لو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (آیت ۹)

بقیہ: سرور کائناتؐ

ہیں۔ کروڑوں انسانوں کی روزمرہ کی زندگی میں آپؐ ہی کے دین کی رہنمائی کو دخل ہے۔ اگر ایسے پاکباز انسان کو "رسول اللہ" کا خطاب دیا گیا ہے تو یہ ایک صداقت ہے۔ آپؐ اس کے پوری طرح حقدار ہیں کہ آپؐ کو خدا کا رسول اور پیغمبر کہا جائے۔

(جان ولیم ڈریپر کی کتاب (یورپ کے ذہنی ارتقا کی تاریخ صفحہ ۳۲۹-۳۳۰ جلد ۱ مطبوعہ لندن ۱۸۷۵ء

●

بقیہ: مقامِ صحابہؓ

نصیحت، استقامت اور حقیقت کے ساتھ تشبیہ کی ایک خاص وضع پر ہیں اور یہ چیز کسی طرح بھی ان صحابہؓ کے علاوہ دوسروں میں کبھی بھی متحقق نہیں ہو سکتی۔

اور سنی (اہل سنت والجماعت کا فرد) وہ ہو سکتا ہے جو ان صحابہؓ کے ساتھ اس خاص وضع مستقیم میں موافق ہو۔

تفہیمات الٰہیہ ج ۱ ص ۱۳۹، ۱۴۰

اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ عقائد کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ ختم نبوتؐ کا مفہوم خود شاہ صاحب نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔"وختم بہ النبیون اے لایوجد من یامرہ اللہ سبحانہ بالتشریع علی الناس یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبیوں کے سلسلہ کو ختم کیا گیا ہے یعنی آپؐ کے بعد ایسا شخص نہیں پایا جائے گا جس کو اللہ تعالےٰ لوگوں پر تشریع کے ساتھ مامور فرمائیں۔

تفہیمات ج ۲ ص ۲۲

اور آپ کی دعوت جن و انس کے لئے عام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس خصوصیت کی وجہ سے تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ اور اس طرح کی دوسری خصوصیات بھی ہیں جن کی وجہ سے آپؐ کو تمام انبیاء پر فضیلت حاصل ہے اور کرامات اولیاء برحق ہیں۔ اور اولیاء سے مراد وہ مؤمنین عارفین ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کا علم رکھتے ہیں اور پھر وہ اپنے ایمان میں درجہ احسان کے مالک ہیں اللہ تعالیٰ ان کرامات کے ساتھ نوازتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے۔ اور اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے خاص کرتا ہے۔

پھر حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ ہم جنت اور بہتری کی گواہی دیتے ہیں۔ حضورؐ کے صحابہ میں سے عشرہ مبشرہ کے لئے اور حضرت فاطمہؓ، حضرت خدیجہؓ، اور حضرت عائشہؓ اور حسنؓ حسینؓ کے لئے اور ہم ان کی توقیر و تعظیم کرتے ہیں اور اسلام میں ان کے عظیم مرتبہ کا اعتراف کرتے ہیں اور اسی طرح اہل بدر اور بیعت رضوان میں حاضر ہونے والے صحابہؓ کی بھی اسی طرح توقیر و تعظیم کرتے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امام برحق ہیں، پھر حضرت عمرؓ، پھر حضرت عثمانؓ پھر حضرت علیؓ اور ان پر درجہ خلافت پورا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد بادشاہت کا دور شروع ہوتا ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الناس ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ اور اس افضلیت سے ہماری مراد جمیع وجوہ سے افضلیت نہیں۔ حتیٰ کہ یہ نسب اور شجاعت، قوۃ، علم اور اس جیسی چیزوں پر بھی مشتمل ہو، بلکہ افضلیت سے ہماری مراد جس کا نفع اور فائدہ اسلام میں سب سے زیادہ ہو۔ پس امیر ملت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں آپؐ کے وزیر ہیں اس اعتبار سے کہ دونوں نے ہمت بالغہ دین کی اشاعت میں صرف کی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو جہتیں اور دو رُخ ہیں ایک رخ اللہ تعالیٰ سے لینے کا ہے اور دوسرا رُخ مخلوق کو دینے کا ہے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو لوگوں کو دینے کے سلسلہ میں اور مخلوق کی تالیف میں اور اُن کو جمع کرنے میں اور لڑائیوں کی تدبیر کرنے میں بہت بڑا مرتبہ حاصل ہے۔

پھر امام ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ ہم اپنی زبانوں کا صحابہؓ کے ذکر خیر کے علاوہ روکتے ہیں۔ یعنی بجز صحابہؓ کے فضائل و مناقب اور ذکرِ خیر کے اپنی زبانوں پر اُن کے بارہ میں کچھ بھی نہیں لاتے۔ اور وہ صحابہؓ دین میں ہمارے پیشوا اور مقتدا ہیں۔ اُن کو بُرا بھلا کہنا حرام ہے اُن کی تعظیم واجب ہے۔

اور ہم اہل قبلہ میں کسی کی تکفیر نہیں کرتے۔ بجز اس کے کہ صانع قادر مختار کی نفی یا انکار ہو۔ یا غیر اللہ کی عبادت یا معاد کا انکار یا نبی کا انکار ہو۔ اور تمام ضروریات دین کا انکار ہو۔ یعنی تمام وہ چیزیں جن کا ثبوت قطعی دلائل کیساتھ ثابت ہے مثلاً ختم نبوۃ، ملائکہ، جن، تقدیر اور تمام قطعی دینی مسائل وغیرہ۔ اگر انکا انکار ہوگا تو پھر تکفیر ہوگی۔

(تفہیمات الٰہیہ ج ۱ ص ۱۴۸،۱۴۷)

تبلیغی اجتماع

دارالعلوم امینیہ قاہلی شاہان مری روڈ راولپنڈی کے زیر اہتمام ۴ر جولائی بروز جمعرات بعد نماز عشاء سیرت النبیؐ کے سلسلہ میں ایک تبلیغی اجتماع ہوگا جس میں مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری تقریر فرمائیں گے۔ نیز ۵ر جولائی کو جمعہ بھی آپ ہی پڑھائیں گے۔

بقیہ: مجلسِ ذکر

جاری ہوا۔

نبیٔ رحمت

طائف کا مشہور ترین واقعہ ہے —— اوباشوں بدمعاشوں اور خدا کے نافرمانوں نے آپؐ کی بات تو سننا الگ رہا۔ آپؐ پر پتھروں کی بوچھاڑ کر دی اور اس حد تک کہ آپؐ کے پاؤں مبارک لہو لہان ہو گئے۔ خدام میں سے جو صحابہ کرام ساتھ تھے انہوں نے کہا "حضورؐ! ان کے لئے بددعا کریں۔ اللہ کے نبی کے ساتھ یہ ظلم و ستم؟" تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مَیں اس قوم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ ہلاکت کے لئے نہیں۔ یہ نہیں ایمان لاتے، نہ سہی، آئندہ ان کی نسلیں ایمان لائیں گی۔ کتنا حوصلہ ہے۔

بڑا وہ جس کا سینہ بڑا

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے بڑا وہ جس کا سینہ بڑا۔ جو دوست دشمن سب کو کھا جائے۔ اور سمندر کے سینے سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ اندازہ لگائیں کہ سمندر کے اندر اربوں، ٹنوں کوڑا ور اور ببار غائب ہو جاتے ہیں۔ پتہ ہی نہیں چلتا، اربوں کروڑوں من پانی —— حد ہی کوئی نہیں۔ دنیا میں تین حصے پانی ہے اور ایک حصہ خشکی ہے جس پر آپ کو بسایا گیا۔ زمین کتنی بھی فراخ ہو لیکن سمندر کی فراخ حوصلگی کو نہیں پا سکتی۔ اس کی سطح برابر ہے۔ تو حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ بڑا وہ جس کا سینہ بڑا اور قرآن میں اللہ نے یہی فرمایا وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط (پ۴ س آل عمران آیت ۱۳۳) بڑا وہ جو دوست دشمن سب کو کھا جائے، سب کو ہضم کر جائے۔

حجاز میں فقید المثال بارش کا ذکر

دیوبند میں مشہور تھا کہ بدھ جمعرات کی جھڑی بدھ جمعرات تک لگی رہے گی اور واقعۃً عام طور پر ایسا ہی ہوتا تھا۔ جماعت کے جو احباب اس سال حج پر گئے ہوئے تھے اُن میں سے جن حضرات کو مکہ مکرمہ کی اس سال کی سیل (جسے ہمارے ہاں سیلاب کہا جاتا ہے۔ عربوں کی اصطلاح میں سیل کہا جاتا ہے) دیکھنے کا موقع ملا ان کا بیان ہے کہ وہاں مشہور تھا کہ ستر اسی برس کے درمیان ایسی سیلِ عظیم نہ آئی ہو گی۔ خدا کا کرنا بلند و بالا خشک پہاڑوں پر مسلسل جو مینہ پڑا تو قدرتاً اس نے نشیبی علاقوں کا رُخ کرنا تھا اور سب سے زیادہ نشیب اتفاق سے حرم محترم ہے مسلسل بارش کی وجہ سے فضا میں خنکی اور رطوبت بڑھ گئی اور ہر نشیبی علاقہ پانی سے پُر ہونا شروع ہو گیا۔ ادھر خانہ کعبہ میں جو حضرات طواف کر رہے تھے وہ حیران رہ گئے کہ دیکھتے ہی دیکھتے مطاف اور حطیم شریف میں قدِ آدم سے بھی نکلتا ہوا پانی بھر گیا۔ فرض شناس سعودی پولیس نے بتقاضائے احساسِ ذمہ داری اس دوران طواف کرنے والے مردوں اور عورتوں کو سختی سے روکا اور بحفاظت حرم کعبہ سے باہر نکال دیا۔ اور پانی تھا کہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ نو تعمیر حرم اکبر کے حجروں اور کمروں میں دیکھتے ہی دیکھتے پانی بھر گیا۔ جو حضرات موجود تھے مشکل سے اپنا ضروری سامان لے کر باہر آ سکے اور اکثر تو جو باہر تھے بیچارے اس حادثۂ کبریٰ کا سن کر اور مال و اسباب کے نقصان سے سخت پریشان ہوئے مگر ضعیف البنیان انسان کر ہی کیا سکتا ہے۔ ع

تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ

اور تو اور چاہِ زمزم کا جدید تعمیر کردہ نظام یکسر معطل ہو کے رہ گیا اور غالباً سینکڑوں ہزاروں برسوں میں یہ اپنی نوعیت کا واحد واقعہ ہے کہ باقی ماندہ حجاج کرام اپنے دیار و اوطان میں زمزم شریف لے جانے سے محروم رہ گئے جس کا انہیں اور اعزہ اقرباء کو رنج و قلق ہوا ادھر ساکنینِ حرم اپنے اعزہ و احباب کے پاس شہر میں نقل مکانی پر مجبور ہو گئے اپنی ضروری اور قیمتی اشیاء کی محرومی سے ان پر جو بیتی وہ طویل داستان ہے۔ غرض بعد میں حرم محترم کے عملۂ صفائی کو بڑی دِقت پیش آئی لیکن شاباش ہے ان کی ہمتوں کو کہ جنہوں نے حرم کعبہ اور اس کے تمام حجروں، فرشوں اور دالانوں کو بعجلت تمام صاف شفاف کر کے رکھ دیا۔

ادھر ہمارے برادرِ معظم و مکرم حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب دامت برکاتہم جو اس سیلاب کے وقت حرم محترم سے باہر تشریف فرما تھے۔ اور اس کیفیت کو دیکھ کر چند یوم اپنے احباب کے پاس باہر گذارنے پر مجبور ہو گئے پھر جب صفائی کا دَور شروع ہوا۔ تو اکثر احباب اور بعض حکامِ ذی شان نے اُن کے کمرے کی صفائی کرنے کی پیشکش کی جسے انہوں نے حسبِ عادت مسترد فرما دیا۔ ان کو اللہ اللہ کرنے کا اس قدر ذوق ہے کہ وہ کسی کو ملنا بھی پسند نہیں کرتے اور نہ ہی کسی سے خدمت لیتے ہیں۔ حضرتؒ کے جھنگ میں مقیم ایک پاکستانی ارادت مند شیخ محمد رمضان جو اس سال سفرِ سعادت حج و عمرہ کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اس اثناء میں وہ مکہ مکرمہ میں موجود تھے۔ انہوں نے بھی اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کیا یہ اُن کی خوش قسمتی ہے کہ حضرت دامت برکاتہم العالیہ نے حرم محترم میں اپنے حجرۂ مبارک کی صفائی تو اپنے دستِ مبارک سے خود ہی فرمائی مگر کچھ تھوڑا سا پانی وغیرہ لانے کا کام شیخ رمضان صاحب سے لیا۔

وادیٔ بکاء

ارشادِ ربانی ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا (پ۴ س آل عمران آیت ۹۶) مکہ کو پہلے بکہ کہا جاتا تھا۔ مرورِ ایّام اور کثرتِ استعمال کی وجہ سے قریب المخرج مماثل میں عام عربی ضابطے اور قاعدے کے مطابق اس میں بھی تبدیلی ہو گئی اور بکّہ سے مکہ ہو گیا۔ تورات میں بھی اسے وادیٔ بکار کے نام سے یاد کیا جاتا ہے عربی میں بُکاء رونے کو کہتے ہیں۔ اب بھی لوگ جاتے ہیں تو خانہ کعبہ کا دروازہ اور غلاف پکڑ کر اور مقامِ ابراہیم پر اپنی آہ و زاریاں کرتے ہیں، گناہوں کو یاد کرتے ہیں اور گناہوں کو دھونے کے لئے آنسو بہاتے ہیں۔ حرم کعبہ میں دنیا بھر کے زوّار و حجاج کرام آ کر آہ و بکا تو اب بھی کرتے ہیں۔ لیکن اب نام مکہ ہو گیا ہے — مکۃ المکرمہ — اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ۔

سب سے پہلا جو دنیا میں گھر بنا
عبادت کے لئے یہی بنا ہے
دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم پاسباں ہیں اس کے وہ پاسباں ہمارا

اللہ تعالیٰ اس کا شرف و مرتبہ ہمارے دلوں میں پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو انسانوں کا، فرشتوں کا، اور جنات کی عبادت کا محور اور مرکز ایک ہی ہوگا۔ ع

قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (پ س البقرہ آیت ۱۱۵) جس طرف بھی آپ چہرہ اٹھائیں یا سر جھکائیں حق تعالے شانہٗ تو ہر جگہ موجود ہیں۔ یقیناً ہر جہت و ہر آن حق تعالے شانہٗ موجود ہیں لیکن ضبط اور ڈسپلن کے لئے ضروری تھا کہ ایک مقام کو سجدہ کے لئے، ضابطہ کے لئے ضابطہ مقرر کیا جاتا۔ چنانچہ مشرق والے مغرب، مغرب والے مشرق، شمال والے جنوب اور جنوب والے شمال کی طرف سجدہ ریز ہیں۔ خانہ کعبہ کے چاروں طرف نماز ہوتی ہے خانہ کعبہ کے اندر بھی نماز ہو سکتی ہے۔

حضورؐ کا جسدِ اطہر جوں کا توں محفوظ ہے

یہ فخر قرآن ہی کے لئے بس کر وہ ہے کہ جس طرح قرآن لوح محفوظ میں محفوظ ہے اسی طرح اس جہانِ آب و گل میں بھی جوں کا توں محفوظ ہے۔ خدا نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۵ (پ س الحجر آیت ۹) اور تو اور دنیا کے کتنے خطے ہیں۔ جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک محفوظ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر، جسدِ مبارک، منزّہ اور مطہّر اسی طرح موجود ہے جس کو گنبد خضراء کہتے ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جو روضۂ اطہر پر آ کر مجھے درود و سلام پیش کرتا ہے میں اسے خود بنفسِ نفیس سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔ (آپ سب حضرات کو بھی ہمیشہ ہمیشہ اس پاک مقام کی زیارت نصیب فرمائے)

عنایاتِ خداوندی

اس سیہ کار و گنہگار نے خانہ کعبہ میں جا کر پہلی دعا یہی کی کہ اے اللہ! میں سخت خطاکار و گنہگار ہوں۔ آخر تیرا بندہ ہوں، اپنے فضل سے اس مبارک و متبرک گھر کی بار بار زیارت کی توفیق عطا فرما، تیرے خزانوں میں کیا کمی ہے؟ تو پھر اللہ تعالے نے چار مرتبہ زیارتِ حرمین الشریفین کی توفیق عطا فرمائی ؎

مجھ سے گناہگار کو کیا کیا عطا کیا
اے ذوق کیا ہی شان ہے پروردگار کی

یہ اس کا کرم اور احسان ہے کہ چاہے تو فقیروں، مسکینوں اور محتاجوں کو اپنے گھر بلائے اور سروں، خان بہادروں، مالداروں اور لینڈ لارڈوں کو اپنے دروازے پر نہ آنے دے۔ انہیں مسجد میں آنے کی توفیق نہیں۔ چہ جائیکہ خانہ کعبہ! دراصل بنیاد ہی لوٹ کھسوٹ پر ہے۔ اگر ان کے مال و اموال جائز ذرائع سے آتے ہوتے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی صحیح معنوں میں ادائیگی کی گئی ہوتی تو یقیناً مالِ حلال بجائے حلال صرف ہوتا ؎

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

حضرتؒ پر خصوصی انعامِ الٰہی

وہ مقامِ مقدس جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّی (پ س البقرہ آیت ۱۲۵) مجھ جیسے گنہگار کو چار دفعہ اللہ تعالے نے زیارتِ حرمین سے مشرف فرمایا مگر ایک بار بھی مقامِ ابراہیم کی جستجو کے باوجود زیارت نہ کر پایا۔ وہاں یہ پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ اس کی چابی کس کے پاس ہے ـــ اب سنا ہے کہ اس کو شیشے میں رکھ دیا گیا ہے اور ہر کوئی دیکھ سکتا ہے۔ ہر کوئی سات شوط یعنی ایک طواف کے بعد مقام ابراہیم پر دو نفل پڑھتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر جو اللہ تعالے کے خصوصی انعامات تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ پہلے دوسرے حج پر غالباً میں طواف کے بعد چاشت کے قریب مقامِ ابراہیم پر نوافل پڑھ رہا تھا۔ کہ کسی نے آ کر مقامِ ابراہیم کا تالا کھولا۔ خدا معلوم فرشتہ تھا، جنّ تھا یا انسان تھا اور حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نقشِ قدم کو اپنے کپڑے سے صاف کیا اور زمزم شریف لا کر اس پر انڈیل کر مجھے کہنے لگا تعال یا شیخ اشرب۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا انعام خصوصی سمجھتے ہوئے فوراً اس اثرِ قدم میں بلّی کی طرح منہ لگا کر پانی پی لیا۔

دُعا

اللہ تعالے ہم سب کو اصلی سچا کھرا محمدی مسلمان بنائے۔ اور اپنی رضا کا تمغہ عطا فرمائے۔ آمین

طبی بورڈ کے الیکشن میں ووٹ کے حق دار

انگریزی عملداری اور اس کے بعد ماضی قریب تک پاک و ہند میں یونانی طب اور دیسی طریقہ علاج کی نہ سرپرستی ہوئی، نہ حوصلہ افزائی اور نہ ڈاکٹری کے مقابلہ میں اس کو کسی نے اہمیت دی۔ اللہ تعالے جزائے خیر دے۔ طبی کانفرنس کے ارباب حل و عقد کو کہ انہوں نے دیسی طب کو اچھا خاصا مقام دلایا۔ اب سند یافتہ حکماء و اطباء کا علاج باقاعدہ منظور شدہ علاج سمجھا جائے گا۔ طب کو ترقی ہو گی، طبیبوں کے حقوق کے لئے جدوجہد ہو گی۔ طبی کانفرنس نے رجسٹریشن کے ذریعہ کم و بیش تیس چالیس ہزار طبیبوں کی ایک معزز، خادم ملک و ملت برادری قائم کر دی۔ اب تک جو تنظیم ہوئی اور طب اور طبیبوں کی جو خدمت ہوئی وہ طبی کانفرنس کے ذریعہ سے ہوئی۔ اگر حکماء صحیح معنوں میں اپنے فن کا وقار چاہتے تو وہ ٹولیوں ٹولیوں میں تقسیم ہوں۔ الیکشن آئے گا اور گزر جائے گا۔ مگر اختلافات ہماری بدنمائی کا باعث ہوں گے۔ اس وقت طبی بورڈ کے لئے مغربی پاکستان سے تین ممبروں کا انتخاب رجسٹرڈ طبیبوں کے ووٹوں سے ہونا ہے۔ جس کے ایک بڑی تعداد امیدواروں کی میدان میں آئی ہے۔ مگر ہمدردانِ فن اور با احساس طبیبوں کا فرض ہے کہ وہ طب اور خدام طب کی لاج رکھتے ہوئے طبی کانفرنس کے تین امیدواروں کو ووٹ دے کر اپنی بیداری اور استقامت کا ثبوت دیں۔ اگر ہم نئی جماعتیں بنانے لگیں تو بیسیوں بن سکتی ہیں۔ اگر ہم انفرادی طور پر کام کریں تو غلطی کا بڑا امکان ہے جس کی تلافی نہیں ہو سکے گی۔ طبی کانفرنس نے جن تین حضرات کو ٹکٹ دیا ہے۔ ہم ان کے حسنِ انتخاب کی داد دیتے ہیں۔ وہ معزز حضرات درج ذیل ہیں۔ (۱) جناب حکیم آفتاب احمد قریشی لاہور (۲) جناب حکیم جمشید احمد صاحب کراچی۔ (۳) جناب حکیم محمد عبدالسلام صاحب ہری پور ہزارہ۔ ان حضرات نے طب اور اطباء کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ اُمید ہے کہ ہر ہر ضلع کے اطباء خاص کر عالم اطباء کوشش فرمائیں گے کہ طبی کانفرنس کامیاب ہو۔ اس کے ہاتھ مضبوط ہوں۔ سب حضرات اپنا قیمتی ووٹ مندرجہ بالا حضرات کو دے کر اپنا فرض صحیح طور پر ادا کریں فقط۔

غلام غوث ہزاروی سند یافتہ طبیب اے کلاس، ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان۔ ★ محمد اجمل ناظم علماء اسلام مغربی پاکستان لاہور۔ ڈاکٹر مناظر حسین نظر ایڈیٹر خدام الدین لاہور طبیب کلاس اے

کثرتِ استغفار سے اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے

اُستاذ العُلماء حضرۃ مولانا الحاج سیّد حامد میاں مُدظلہ مُہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

مُرتّبہ: محمود احمد عارف ہوشیارپوری

و عن ثوبان قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما احب ان لی الدنیا بھٰذہ الآیۃ یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا (الآیۃ) فقال رجل فمن اشرک فسکت النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال الا و من اشرک ثلاث مرات۔

آقائے نامدار (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک صحابی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کہ ما احب ان لی الدنیا بھٰذہ الآیۃ یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطو من رحمۃ اللہ الخ۔ یعنی میں یہ نہیں پسند کرتا کہ اس آیت یا عبادی الذین الخ کے بدلے میں مجھے ساری دنیا ملے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے۔

اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے نفس پر زیادتیاں کی ہیں۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ حق تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دیں گے۔ انہ ھو الغفور الرحیم بے شک وہی بخشش اور نہایت رحم والا ہے۔

آقائے نامدار کا یہ ارشاد سن کر ایک صحابی نے دریافت فرمایا کہ فمن اشرک یعنی جو شرک کرے اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ فسکت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس نبی اکرم یہ سن خاموش ہوئے۔ ثم قال الا و من اشرک: تھوڑی دیر بعد ارشاد فرمایا کہ ہاں وہ بھی جس نے شرک کیا ہو اور بعد میں تائب ہو چکا ہو۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ و السلام نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ اس بندے کو بہت پسند فرماتے ہیں جو کامل الایمان ہو اور اس سے گناہ ہو جاتا ہو اور توبہ بار بار کرتا ہو۔ مقصد یہ ہے کہ گناہ تو سب سے ہوتا ہی رہتا ہے۔ ہاں جو گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ وہی خدا کے عزیز اور مقرب بندے ہوتے ہیں۔ گویا توبہ و استغفار بندے کو حق تعالےٰ کا مقرب بنا دیتے ہیں۔ اس لئے تقرب الی اللہ کے حصول کے لئے بندگان خدا کثرت سے استغفار کرتے ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالےٰ سے یہ دعا کرتے تھے:

اللّٰھم اجعلنی من الذین اذا احسنوا استبشروا واذا ساء وا استغفروا۔ یعنی یا اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے کر دے کہ جب وہ اچھے کام کریں تو وہ خوش ہوں اور جب کوئی برائی کر بیٹھیں تو توبہ و استغفار کریں۔

گویا یہ تعلیم دی کہ تم (مسلمان) خدا سے یہ دعا کرتے رہو تاکہ خدا تعالیٰ تمہاری حالت یہ کر دے کہ نیکی کرو تو دل کو ٹھنڈک پہنچے۔ اور گناہ کرو تو بے چینی اور ندامت پیدا ہو۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ طوبیٰ لمن وجد فی صحیفتہ استغفارا کثیرا: یعنی وہ شخص بہت خوش قسمت ہے۔ جو (قیامت کے روز) اپنے صحیفے (نامۂ اعمال) میں بہت زیادہ استغفار پائے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بخشتے رہتے ہیں۔ جب تک حجاب (پردہ) واقع نہ ہو۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ و ما الحجاب (اے اللہ کے رسولؐ حجاب کیا ہے۔)؟ آپ نے فرمایا ان تموت النفس وھی مشرکۃ کہ حجاب سے مراد یہ ہے کہ (خدانخواستہ) کسی کی موت شرک کی حالت میں واقع ہو جائے۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو آدمی (قیامت کے روز) حق تعالےٰ کے سامنے ایسے حال میں آئے کہ دنیا میں کسی کو حق تعالےٰ کے برابر نہ جانا ہو۔ پھر اس پر پہاڑ جیسے گناہوں تو اللہ تعالیٰ (آخرکار) اسے بخش دیں گے۔

تو اللہ تعالیٰ کو اس دنیا میں پہچان لینا بہت بڑی نعمت اور سعادت ہے۔ خدا تعالیٰ سے متعلق عقیدہ اگر ٹھیک نہ ہو تو سب کچھ بے کار ہوتا ہے۔ کوئی عمل معتبر نہیں ہوتا۔ تمام انبیاء کرام نے یہی تعلیم دی ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ حق تعالےٰ کے برابر کسی کو نہ سمجھے۔ اسلام نے یہی بتایا ہے کہ خدا جیسا کوئی نہیں۔ نہ ذات میں نہ صفات میں۔ نہ اس جیسی ذات کسی کی ہے نہ اس جیسے صفات کسی کے ہیں۔ خدا جیسا سننے والا ہے ویسا کوئی دوسرا سننے والا نہیں۔ خدا جیسے دیکھنے والا ہے ویسا کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔ وہ ہر چیز سے بلند و بالا ہے۔ لیس کمثلہ شیئ۔

گذشتہ درس میں دل کی سیاہی کا ذکر آیا تھا اس کے متعلق یہ سمجھ لیجئے کہ دل کی سیاہی (جس کا حدیث شریف میں ذکر ہے)، ہمیں ان ظاہری آنکھوں سے نظر آنی مشکل ہے۔ اگر دل کو کھول کر بھی دیکھا جائے تو بھی نظر نہ آئے گی۔ لیکن حقیقت وہ ہے جو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی۔ اگرچہ ہمیں نظر نہ آ سکتی ہو۔

اور اس کی مثال یہ ہے کہ انسان کے دماغ میں سفیدی، سیاہی، سبزی، وغیرہ کے تمام خاکے جو اس نے دیکھے ہوں قوت حافظہ کے محفوظ رہتے ہیں یہ ایسی حقیقت ہے جو دن رات ہر آدمی آزماتا ہے۔ پھلوں، پھولوں کے خیال کے ساتھ ان کے رنگ یاد آ جاتے ہیں۔ آدمیوں کے ساتھ ان کے رنگ یاد آ جاتے ہیں۔ جن میں کپڑوں کی سفیدی، چہرہ کی سرخی، بالوں کی سیاہی وغیرہ سب یاد آتے ہیں۔ گویا یہ سب دماغ کے خزانے میں محفوظ ہیں۔ حالانکہ اگر کسی دماغ کو کھول کر دیکھا جائے تو ان میں سے کوئی بھی چیز موجود نہ نظر آئے گی۔ اور اگر دماغ کھولنے والا یہ کہے کہ یہاں تو کوئی نقشہ یا رنگ نظر نہیں آ رہا۔ اس لئے میں یہ نہیں مانتا۔ کہ ذہن میں سیاہی یا سفیدی کا عکس ہوا کرتا ہے۔ سو

یہ چیزیں دماغ میں محفوظ رہا کرتی ہیں تو ایسے آدمی کو بڑا بے عقل کہا جائیگا کیونکہ اگر دماغ میں کوئی خاکہ نہ ہوا کرتا اور رنگ رنگ کا عکس رنگ میں نہ ہوتا تو آدمی ایک آدمی کو دیکھ کر دوبارہ نہ پہچان سکتا اپنے گھر سے نکلتا تو گھر بھی واپس نہ آ سکتا۔ اور واپس آ ہی جاتا تو اپنے گھر والوں کو نہ پہچانا کرتا۔ ہر دفعہ نیا تعارف کرانا پڑتا۔۔۔ تو دماغ کی قوتوں کے خزانہ میں لا محالہ رنگین عکس کا وجود ماننا پڑے گا۔ جیسے کہ ہر وقت تجربہ سے ثبوت ملتا رہتا ہے اور ہر پڑھا لکھا اور جاہل اسی بات کو سمجھ سکتا ہے۔

بالکل اسی طرح ایک واقعی اور حقیقی سیاہی و سفیدی اور سفیدی دلوں پر آتی ہے۔ اور اس کا تعلق گناہ اور نیکی سے ہوا کرتا ہے وہ ہی حدیث شریف میں بیان فرمائی گئی ہے۔

بقیہ : اعمالِ سیّہ

وہ ہے جس کا تعلق عام مخلوق سے ہو۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا بد اخلاق آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا آپ نے فرمایا۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

آپؐ نے فرمایا۔ بدترین شخص وہ ہے جو لوگوں کی خطاؤں کو درگذر نہیں کرتا۔

بقیہ : خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس زندگی کے ہر لمحہ کو غنیمت جان کر نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بے عملی سے بچائے اور سچا اور کھرا مسلمان بنائے۔ آمین!

تعارف و تبصرہ

نام کتاب: "قرآنی اصول انقلاب" (تفسیر سورۃ العصر)
از حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

ہدیہ: پچاس ۵۰ پیسے
ناشرین: ادارہ حکمۃ اسلامیہ ۴ ۔ اردو بازار لاہور

امام ولی اللہ دہلویؒ کی حکمت کی روشنی میں امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے انقلاب کی حقیقت اور بنیاد سورۃ عصر کو قرار دیا ہے اور دکھایا ہے کہ تاریخ عالم کی شہادت موجود ہے کہ ہمیشہ انقلابی جماعت ہی کامیاب ہوتی ہے۔ اس کے بعد انقلاب کے اجزاء فکر، اجتماع اور انقلابی جماعت کے داخلی نظام سورۃ عصر سے شہادت حاصل کرکے انقلابی معاشرے کی تشکیل کے اصول واضح کئے ہیں۔

قرآن حکیم کی تعلیم کے انقلابی اور اجتماعی پہلو کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے سورۃ عصر کی یہ تفسیر بنیادی نصابی کتاب ہے۔ یہ ہے تو مختصر لیکن انقلاب کی حقیقت واضح کرنے کے لئے بہت "بھاری کتاب" ہے۔

بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ	۱۱—۰۰
" " ششماہی "	۶—۰۰
" " سہ ماہی "	۳—۰۰
سعودی عرب بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۴۲—۰۰
" " " بحری ڈاک "	۱۱—۰۰
" " ہوائی ڈاک ششماہی	۲۱—۰۰
" " " بحری ڈاک "	۶—۰۰
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۷۳—۳۰
" " بحری ڈاک "	۱۸—۳۰

انڈیا کے خریدار اپنا چندہ منیجر ماہنامہ "الفرقان" کچہری روڈ لکھنؤ ارسال کرکے ڈاکخانہ کی رسید ہمیں ارسال کر دیں۔ (سرکولیشن منیجر)

گوجرانوالہ میں

ہفت روزہ خدام الدین مکتبہ نعمانیہ اردو بازار سے حاصل کریں پرچہ گھر پر پہنچانے کا بھی معقول انتظام ہے

اے آمدنت باعثِ بہبودیٔ ما

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم دیوبند مورخہ ۵ رجولائی ۱۹۶۸ء جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور میں جمعہ پڑھا رہے ہیں۔ اہل اسلام سے درخواست ہے کہ وہ جوق جوق نماز جمعہ میں شریک ہوں اور حضرت قاری صاحب دامت برکاتہم و مدفیوضہم کی زیارت سے اپنے قلب و نظر کو منور فرمائیں۔

(مولانا) عبدالرحمن نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

شاہی جامع مسجد بیگم پورہ لاہور کی کارروائی

مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم شاہی جامع مسجد بیگم پورہ لاہور کے زیر اہتمام مورخہ ۱۵ رجون بروز ہفتہ بعد از نماز عشاء ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس کی صدارت شیخ المفسرین والمحدثین استاذ العلماء حضرت مولانا رسول خاں صاحب نے فرمائی۔ اجلاس سے جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ اور مولانا محمد اجمل صاحب نے خطاب فرمایا۔ اجلاس میں مختلف قراردادیں بالاتفاق پاس ہوئیں جن میں اسرائیلی اقدامات کی مذمت، عربوں کی حمایت کا اعلان کیا گیا اور حکومت سے ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ، عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں پر پابندی لگانے اور حج کے سلسلے میں قرعہ اندازی کے طریق کو ختم کرکے حج کی آزادانہ سہولتیں فراہم کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ (الحاج ملک محمد ...)

بچوں کا صفحہ

اعمالِ سیّئہ

(بُرے اعمال)

محمد سلیم ضیاء، لاہور

۸۔ جھوٹی شہادت اور جھوٹی قسم

اسلام جھوٹی شہادت اور قسم کھانے سے روکتا ہے۔ جھوٹی شہادت دینے سے بھولی بھولی رقابتیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ جھوٹی قسمیں کھانے سے انسان بے اعتبار ہو کر اپنی عزت خود کھو بیٹھتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر تین بار فرمایا۔ جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ سچی گواہی کو چھپانا بھی ایسا ہی گناہ ہے جیسے جھوٹی گواہی دینا۔

۹۔ مسلمان کی آبروریزی، غیبت اور چغلخوری

مسلمان کی آبروریزی بھی ایک شر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چغل خوری ایک بُری عادت ہے۔ یہ دو مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی خلیج وسیع کر دیتا ہے۔ یہ کہ ایک کی بات دوسرے کو پہنچا دیں اور دوسرے کی بات تیسرے کو۔ اس سے دلوں میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی کے اشرار میں سے ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کی رسوائی اور تحقیر چاہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالےٰ ارشاد فرمائے گا کسی نسل والے کو کسی نسل والے پر فضیلت حاصل نہیں۔ تم دنیا میں نسب قائم کرتے تھے فخر کے لئے۔ آج میں نے بھی ایک نسب قائم کیا ہے۔ اس نسب کی رو سے تمام متقی برابر کے اکرم و اشرف ہیں۔

آپؐ نے فرمایا کسی بے عیب کو عیب لگا کر پس پشت بیان کرنے والوں کی جماعت کو قیامت کے دن کتوں کی صورت میں اٹھا دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کی آبروریزی اور مسلم کی حرمت کو ضائع کرنے کی مثال کو سودوں میں سے خبیث سود کی ہے۔

شب معراج میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو مرے ہوئے جانوروں کا گوشت کھاتے دیکھا۔ دریافت فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟

آپؐ کو بتایا گیا یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں لوگوں کا گوشت کھاتے تھے (یعنی غیبت کرتے تھے)۔

۱۰۔ نفاق

نفاق در حقیقت ایک مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔ منافق اگر منافق اگر ایک وقت تک کامیاب بھی ہو جائے۔ لیکن انجام اس کا ذلت و خواری ہی ہے۔ جبکہ اس کی منافقت کھل جائے۔

منافقت بھی ایک بہت بُری بیماری ہے اس سے بھی اسلام منع کرتا ہے۔ عزیز بچو! تم بھی اس سے بچنے کی کوشش کرو اور دوسرے بھائیوں کو بچانے کی کوشش کرو۔

۱۱۔ والدین کی نافرمانی

جہاں ماں باپ کی فرمانبرداری میں نیک صلات (بدلے) ملتے ہیں وہاں اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ ایسا ہی جان لیجیے۔ ماں باپ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے۔ غیرت اور حمیت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ جن ماں باپ نے بچے کی محبت، اس کی پرورش اور اس کی صحت و تندرستی کا خیال رکھنا اپنے اوپر لازم رکھا جس ماں نے اسے اپنے پیٹ میں پالا، اس کی حفاظت کی، اپنے خون کا کافی حصہ اس کی نذر کیا۔ وہ بچہ جب پیدا ہو تو والدین کا نافرمان ہو۔ کتنی شرم کی بات ہے۔

ماں باپ کی نافرمانی کرنے سے تمام نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تبارک و تعالےٰ نے ماں باپ کے حقوق ضائع کرنے کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ والدین کے نافرمان کا کوئی فرض اور نفلی نماز قبول نہیں ہوتی۔

ایک شخص نے عرض کیا۔ حضورؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نماز پڑھتا ہوں، روزہ رکھتا ہوں، زکوٰۃ دیتا ہوں۔ مجھے کیا اجر ملے گا۔ سرکار دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تو قیامت میں نبیوں، شہیدوں اور صدیقوں کے ساتھ ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ تو ماں باپ کا نافرمان نہ ہو۔

آپؐ نے فرمایا گنہگار کو سزا دینے میں ڈھیل دی جا سکتی ہے۔ لیکن ماں باپ کی نافرمانی کا گناہ ایسا سخت ہے کہ اس کا مواخذہ مرنے سے پہلے ہی کر لیا جاتا ہے۔

ایک دفعہ مہاجرین و انصار کے ایک بہت بڑے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے جس شخص نے ماں باپ کی نافرمانی کی یا اس کو تکلیف پہنچائی تو اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام مخلوق کی لعنت ہوتی ہے جب تک وہ توبہ نہیں کیا ہوا ہوتا۔ نہ ان کا فرض قبول کیا جاتا ہے نہ نفل۔ یاد رکھو! تمہارے رب کی رضا تمہارے والدین کی رضا پر موقوف ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ والدین کی اطاعت کی جائے۔

۱۲۔ تکلیف دہی اور نافرمانی

بیکسوں پر ظلم اور دوسرے مسلمان کو تکلیف دینے کی مذمت احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بیان کی جاتی ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک تم خدا کی مخلوق پر رحم نہ کروگے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم تو رحم کرتے ہیں۔ سرکار دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ رحم کے معنی یہ نہیں کہ کوئی شخص اپنے دوستوں پر رحم کرے۔ بلکہ رحم

(باقی صفحہ پر)

۵ جولائی

ٹیلیفون ۶۷۵۳۵

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۸۱-۲۳۶ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲-۶۷۶۸/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۳۰-۱۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا